ہفت روزہ
خدام الدین لاہور
بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲۷ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ
۱۳ جون ۱۹۶۹ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور
ہدیہ ۲۵ پیسے

پسند اپنی اپنی، نظر اپنی اپنی

تین پسندیدہ چیزیں

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم. حبب الی من دنیاکم ثلث النساء والتعطر وقرۃ عینی فی الصلوٰۃ.

فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری دنیا کی تین چیزوں کی محبت میرے دل میں ڈال دی گئی ہے (۱) عورت ـــــ کہ اس سے تکمیل ایمان و تکمیل معاشرت ہوتی ہے۔ (۲) خوشبو ـــ کہ یہ لطافت طبع کی بات ہے (۳) میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے کہ یہ اہم عبادت ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی پسند

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب یہ حدیث سنی تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے بھی تین ہی چیزیں پسند ہیں:۔

۱- النظر الیک ـ آپ کے روئے انور کو دیکھتے رہنا۔

۲- والجلوس بین یدیک ـ آپ کے روبرو بیٹھے رہنا۔

۳- والانفاق مالی علیک: اپنا مال آپ پر نچھاور کرتے رہنا۔

حضرت عمر فاروق رضؓ کی پسند

۱- الامر بالمعروف ـ اچھی باتوں کا حکم کرنا۔

۲- والنھی عن المنکر ـ بری باتوں سے روکنا۔

۳- والقول الحق ان کان مرّاً حق بات کہنا خواہ کتنی ہی کڑوی کیوں نہ ہو۔

حضرت عثمان غنی رضؓ کی پسند

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ مجھے بھی تین ہی چیزیں پسند ہیں:۔

۱- اطعام الطعام ـ مہمانوں کو کھانا کھلانا۔

۲- وافشاء السلام ـ سلام کا پھیلانا۔

۳- والصلوٰۃ باللیل والناس نیام ـ شب میں نماز پڑھنا جب لوگ سو رہے ہوں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی پسند

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے عرض کیا کہ مجھے بھی تین ہی چیزیں پسند ہیں۔

۱- الضرب بالسیف ـ تلوار چلانا۔

۲- واقراء الضیف ـ مہمانداری کرنا۔

۳- والصوم بالصیف ـ موسم گرما میں روزے رکھنا۔

اتنی دیر میں حضرت جبریل آگئے اور کہا کہ

مجھے بھی تین ہی چیزیں پسند ہیں:۔

۱- اداء الامانۃ ـ امانت کی ادائیگی۔

۲- وتبلیغ الرسالۃ ـ پیغام رسانی

۳- وحب المساکین ـ مسکینوں کی محبت

اور پھر کہا:۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کو بھی تین ہی چیزیں پسند ہیں

۱- لسان ذاکرٌ ـ ذکر کرنے والی زبان

۲- وقلب شاکرٌ ـ شکرگذار دل

۳- وبدنٌ علی البلاء صابرٌ ـ مصائب کو جھیلنے والا بدن۔

اور جب حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ روایت پہنچی

تو انہوں نے فرمایا: مجھے بھی تین ہی چیزیں پسند ہیں:

۱- تحصیل العلم فی طول اللیالی ـ طویل راتوں میں مطالعہ کرنا۔

۲- وترک التعاظم والتعالی ـ بڑائی اور تکبر سے بچنا۔

۳- وقلب من امور الدنیا خالی ـ دنیا کے کاموں سے دل کو فارغ رکھنا۔

اور جب حضرت امام مالکؒ کو یہ روایت پہنچی

تو انہوں نے فرمایا ـ مجھے بھی تین ہی چیزیں پسند ہیں:۔

۱- مجاورۃ الرسول فی روضتہ ـ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل کرنا۔

۲- وملازمۃ تربتہ وحجرتہ ـ آپ کے مزار اور حجرے کی ملازمت۔

۳- وتعظیم اھل بیتہ وعترتہ ـ اہل بیت اور آپ کے خاندان کی تعظیم کرنا۔

اور جب حضرت احمد بن حنبلؒ کو یہ روایت پہنچی

تو آپ نے فرمایا کہ مجھے بھی تین ہی چیزیں پسند ہیں:۔

۱- متابعۃ النبی فی آثارہٖ ـ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل کرنا۔

۲- والتبرک بعظم انوارہٖ ـ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کی عظمت سے تبرک حاصل کرنا۔

۳- والسلوک بالادب فی سنتہ واثارہٖ ـ آپ کی سنتوں پر ادب سے چلنا۔

اور حضرت امام شافعیؒ کو یہ روایت پہنچی

تو آپ نے فرمایا کہ مجھے بھی تین ہی چیزیں پسند ہیں:۔

۱- عشرۃ الناس بالتلطف ـ لوگوں کے ساتھ محبت سے رہنا۔

۲- وترک ما یؤدی الی التکلف ـ تکلفات سے بچنا۔

۳- والاقتداء بطریق التصوف ـ تصوف کی راہ اختیار کرنا۔

اقوال حضرت مجدد الف ثانیؒ

- دولتمندوں کی صحبت زہر قاتل اور ان کے لقمے دل کو سیاہ کرنے والے ہیں۔
- خدا کے رحم پر مغرور ہونا اور عفو کی امید پر گناہ کرنا شیطان کا کھلا فریب ہے۔
- نفس پر شریعت کی پابندی سے زیادہ کوئی چیز دشوار نہیں ہے۔
- کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ دلآزاری ہے خواہ مومن کی ہو خواہ کافر کی ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

فون نمبر: ۶۷۵۴۵

جلد ۱۵ | ۲۷ ربیع الاوّل ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۳ جون ۱۹۶۹ء | شمارہ ۶

تمہی کہو یہ اندازِ گفتگو کیا ہے؟

پاکستان کے قیام کو بائیس سال ہو چلے ہیں مگر یہاں ابھی تک یہی فیصلہ نہیں ہو سکا کہ محب وطن کون ہے اور غیر محب وطن یا غدار کون؟ ہر دوسرے تیسرے دن کسی نہ کسی اخبار میں کوئی مضمون یا کسی لیڈر کا یہ بیان شائع ہو جاتا ہے کہ تحریکِ پاکستان کی مخالفت کرنے والے غدّار ہیں ملک کی سالمیت کے خلاف ہیں۔ لہٰذا گردن زدنی اور کشتنی ہیں لیکن اس طرح کی باتیں کرنے والے خود اپنے آپ کو فراموش کر جاتے ہیں اور نہیں سوچتے کہ کہیں ان کا وجود اس ملک کے لئے گالی تو نہیں کیا وہ فرما سکتے ہیں کہ بائیس سال کے عرصے میں ان کا کیا کردار رہا اور جن لوگوں نے پاکستان کی قسمت کا مالک ہو کر اسے موجودہ حالت تک پہنچایا ان کو کن خطابات اور القابات سے یاد کیا جائے مسلم سٹیٹ یا اسلامی مملکت کا تصور خوش کن اور عمدہ تھا اور اسی لئے مسلمانوں نے اس کی خاطر تاریخ کی بے مثال قربانی پیش کی مگر اکیس سال تک یہاں کا ہر برسرِ اقتدار طبقہ جو ناٹک رچاتا اور نئے نئے گل کھلاتا رہا کیا یہ محب وطن ہونے کی نشانی ہے؟ اسلام کے نام پر ملک حاصل کیا گیا اور اس کے لئے ہزارہا مسلم بہو بیٹیاں اغوا ہوئیں، لاکھوں مسلمان ہندوؤں اور سکھوں کے ہاتھوں ذبح ہوئے اور اس کا سلسلہ اب تک جاری ہے اربوں کی منقولہ اور غیر منقولہ جائداد تباہ ہوئی۔ اور ایک کروڑ سے زائد مسلمان گھربار چھوڑ کر پاکستان آ گئے۔ یہ سب کچھ کیوں اور کس لئے برداشت کیا گیا؟ اس کی وجہ ایک اور صرف ایک تھی۔ کہ ہم کتاب و سنت کے قوانین و احکام کے نفاذ اور خلافتِ راشدہ کے طرز پر ایک اسلامی مملکت کی داغ بیل ڈالنا چاہتے تھے۔ مسلمان جان، مال، عزت آبرو اور اولاد لٹا کر کلمہ یا اسلام کی حفاظت یا اس کی حفاظت کا سامان کر کے فخر محسوس کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ ؎

شادم زندگی خویش کہ کارے کردم

مملکت پاکستان کے قیام کو دو ماہ بعد پورے بائیس سال ہو جائیں گے لیکن جس مشن کی خاطر یہ مملکت وجود میں آئی اور جو خواب علامہ اقبالؒ نے دیکھا تھا وہ شرمندۂ تعبیر نہ ہُوا۔ ریڈیو، سینما، ٹیلی ویژن کے ذریعہ عوام کی جو تربیت کی جاتی ہے۔ وہ کس سے پوشیدہ ہے؟ شراب کے پرمٹ جاری کئے جاتے ہیں۔ اعلیٰ سوسائٹی کلبوں میں جوا کھیلتی ہے۔ اس عرصے میں رشوت، چور بازاری، رہزنی، ڈکیتی، سمگلنگ کی گرم بازاری رہی۔ تحدید نسل کا قانون پاس ہوا۔ عائلی قوانین کے نام سے کتاب و سنت میں ترمیم و تحریف کی گئی۔ سرکاری سطح پر سود کو نہ صرف جائز اور حلال بلکہ ضروری اور لازمی قرار دینے کی ناپاک کوششیں ہوتی رہیں یہ سب کچھ کون کرتا اور کراتا رہا۔ بھلا اس میں کسی نشاندہی کی ضرورت ہے؟ ان سب حالات کے ہوتے ہوئے محض زبان کو کرارا کرنے، لوگوں کی اصل مسائل سے توجہ ہٹانے کی خاطر بعض طالع آزما قسم کے لیڈر محض عوام کو دھوکہ دینے کی خاطر اس طرح کے بیان جاری کرتے رہتے ہیں کہ تحریک پاکستان کے مخالف غدار ہیں ان سے بچو۔ حالانکہ اگر وہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں تو انہیں واضح طور پر نظر آئے گا کہ اس محبوب ملک کو تباہی و بربادی کے کنارے تک پہنچانے اور اسلام کو مثلہ کرنے کے ذمہ دار صرف وہی ہیں۔ کیونکہ بائیس سال تک کسی نہ کسی صورت یہی لوگ ملک کے سیاہ و سپید کے مالک رہے ہیں۔ ہمارے نزدیک نت نئے نعرے لگانے والے ملک کے غدّار ہیں پاکستان کے وفادار فقط وہی لوگ ہیں جو اس کی بقاء و سالمیّت تحفظ اور ترقی کے لئے تن من دھن قربان کرنے والے اور ایثار پیشی کا مظاہرہ کرنے والے ہیں۔

ہماری رائے میں بے بنیاد نعرہ بازی کرنے والے اصل مسائل سے عوام کی توجہ ہٹانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ملک کے سچے خیرخواہ اور محب وہ ہیں جو اس ملک کو اسی منزل کی طرف لے جانا چاہتے ہیں جس کا تصور علامہ اقبالؒ نے دیا تھا اور جس کی تائید علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے کی تھی۔ اور جس کی خاطر اس کو بنایا گیا تھا اور جن کی زندگیاں اس کے لئے وقف ہیں اور جو ہر وقت اسی دھن میں لگے رہتے ہیں کہ کس طرح یہاں اسلام کو لایا جائے۔ وہ افراد ملک و ملّت کے قطعاً خیرخواہ یا ہمدرد نہیں ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ کے فرمانبردار نہیں۔ جن کو عوام کے مسائل سے کوئی دلچسپی نہیں اور جن کی زندگی فسق و فجور اور تعیش میں غرق ہے اور جن کا مطمعِ نظر اقتدار اور صرف اقتدار ہے۔ اور یہ لوگ ایسے ہیں کہ جب ملک و ملّت کی قیادت و رہنمائی کرتے ہوئے مصائب جھیلنے، پریشانیاں اٹھانے کے دن آتے

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

مجلسِ ذکر

۱۹ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ مطابق ۵ جون ۱۹۶۹ء

غصّہ سے پرہیز

از حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم ——— مرتبہ: محمد عثمان غنی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى : اَمَّا بَعْدُ :—
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ : بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ :—

غیظ و غضب کی بے اعتدالی بہت بڑی برائی ہے ۔ بہت سے ظالمانہ اور بیدردانہ کام انسان صرف غیظ و غضب اور غصّہ میں کر بیٹھتا ہے اور بعد میں اکثر نادم اور پشیمان ہوتا ہے اس لئے ایک مسلمان کو چاہیئے کہ اپنے غصّے پر قابو رکھے ۔ اللہ تعالٰی نے اچھے مسلمانوں کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ اپنے غصّے کو دبا لیتے ہیں ۔ ارشاد ہے وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ٥ (پ۴ س آل عمران آیت ۱۳۵)

(ترجمہ) اور غصّہ ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ۔

محدّث بیہقی نے سیّدنا حضرت علیؓ بن حسینؓ سے متعلق روایت نقل کی ہے کہ آپ کو ایک باندی وضو کرا رہی تھی کہ لوٹا اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر آپ پر گرا ۔ غصّہ آنا امر طبعی تھا باندی نے فوراً قرآن کی آیت کا ٹکڑا وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ پڑھا تو آپ کا غصّہ دُور ہو گیا ۔ پھر باندی نے دوسرا ٹکڑا وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط پڑھا تو آپ نے فرمایا ” میں نے معاف کر دیا “ اس کے بعد باندی نے آخری ٹکڑا پڑھا ۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ٥ آپ نے فرمایا ” جا میں نے تجھے آزاد کر دیا “

دوسری جگہ ارشاد ہے :—
وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ٥

پ۲۵ س الشوریٰ آیت ۳۷)

ترجمہ: اور جب غصّہ ہوتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں

انسان کا سکون کی حالت میں معاف کر دینا آسان ہے لیکن غصّہ کی حالت میں جب وہ قابو سے باہر ہو جاتا ہے معاف کرنا آسان نہیں ہے ۔ ایک مسلمان کی خصوصیت یہ ہونی چاہیے کہ وہ اس وقت بھی اپنے آپ کو قابو میں رکھے اور معاف کر دے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلوان وہ نہیں جو دوسرے کو پچھاڑ دے ۔ پہلوان وہ ہے جو غصّہ میں اپنے کو قابو میں رکھے ۔

ایک لڑائی میں حضرت علیؓ ایک کافر کو پچھاڑ کر اس کے سینے پر چڑھ گئے ۔ آپؓ اپنا خنجر کافر کی گردن میں پیوست کرنے کو تھے کہ اس کافر نے آپ کے چہرے پر تھوک دیا ۔ اس اس کا تھوکنا تھا کہ آپ اس کے سینے سے اتر آئے ۔ کافر نے متعجب ہو کر وجہ پوچھی تو ارشاد فرمایا کہ جب میں تمہارے سینے پر چڑھ کر خنجر بھونکنے والا تھا تو میرے دل میں تم سے کوئی کد نہ تھی لیکن تمہارے تھوکنے پر مجھے تم پر غصّہ آ گیا اور میرے خلوص میں ذاتی غرض کی ملاوٹ ہو گئی ۔

حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز کے بعد صحابہ کو کھڑے ہو کر نصیحتیں فرمائیں جن میں سے ایک یہ تھی :—

فرمایا ۔ آدم کے بیٹے کئی طبقوں میں پیدا کئے گئے ہیں ۔ ان میں کوئی ایسا ہے جس کو غصّہ دیر میں آتا ہے ۔ اور سکون جلد ہو جاتا ہے اور کسی کو غصّہ جلد آتا ہے اور دور بھی جلد ہو جاتا ہے اور کوئی ایسا ہے کہ اس کو غصّہ جلد آتا ہے اور دُور بہت دیر میں ہوتا ہے ۔ ان میں سب سے اچھا وہ ہے جس کو غصہ دیر میں آئے اور دور جلد ہو جائے اور سب سے بُرا وہ ہے جس کو غصّہ جلد آ جاتا ہو اور دُور بہت دیر میں ہوتا ہو ۔

سرزمین حجاز میں اگر دو شخص کسی بات پر جھگڑ پڑیں تو ان میں سے ایک یا کوئی تیسرا شخص اگر صرف یہ الفاظ کہہ دے صَلِّ عَلَى النَّبِيِّ ط تو دونو لڑنے والے فوراً لڑائی ختم کر دیتے ہیں ۔ بلکہ آپس میں گلے مل لیتے ہیں ۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غصّہ ابنِ آدم کے دل کی ایک چنگاری ہے ، دیکھتے نہیں کہ اس کی آنکھیں لال اور اس کی رگیں پھول جاتی ہیں ۔ تو جس کو اپنے غصّے کا احساس ہو اُس کو چاہیئے کہ وہ زمین سے لگ جائے ۔ ابوداؤد میں ہے ۔ کہ آپؐ نے فرمایا غصّہ شیطان سے ہے اور شیطان آگ سے بنا ہے اور آگ کو پانی ٹھنڈا کرتا ہے ۔ تو جس کو غصّہ آئے اس کو چاہیئے کہ وضو کر لے ۔ حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو غصّہ آئے اگر وہ کھڑا ہے تو چاہیئے کہ بیٹھ جائے ۔ اگر اس سے بھی غصہ کم نہ ہو تو لیٹ جائے ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ جس کو غصّہ آئے اس کو چاہیئے کہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھے

حضرت ابومسعودؓ کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ اپنے غلام کو مار رہا تھا ۔ کہ پیچھے سے آواز آئی ” جان لو ، جان لو ! “ مڑ کر دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے ۔ فرما رہے تھے کہ اے ابومسعود ! جتنا قابو تم کو اس غلام پر ہے اس سے زیادہ خدا کو تم پر ہے ۔ ابومسعودؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اس نصیحت کا مجھ پر یہ اثر ہوا کہ میں نے پھر کسی غلام کو نہیں مارا ۔

ایک شخص نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر پوچھا کہ یا رسول اللہؐ ! میں اپنے خادم کا قصور کتنا معاف کروں آپؐ پہلے تھوڑی دیر چپ رہے ۔ اُس نے پھر یہی پوچھا ۔ تب آپؐ نے فرمایا ” ہر روز ستّر دفعہ “

(باقی ص۶ پر)

۲۰ ر ربیع الاوّل ۱۳۸۹ھ مطابق ۶ ر جون ۱۹۶۹ء

دین کی دعوت کو پوری قوّت سے عام کرو

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفیٰ : امّا بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۔

(آل عمران رکوع ۱۲)

ترجمہ: تم سب امتوں سے بہتر ہو جو لوگوں کے لئے بھیجی گئیں اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو اور بُرے کاموں سے روکتے ہو۔ اور اللہ پر ایمان لائے ہو۔

بزرگانِ محترم! امّتِ محمدیہ لوگوں کو نفع رسانی اور خلقِ خدا کی ہدایت کے لئے عالمِ وجود میں آئی ہے اور یہ نفع رسانی اس کی تمام اہلِ عالم سے وابستہ ہے اور سب کو اچھے کام کرنے کو کہتی ہے اور بُری باتوں سے منع کرتی اور اس کارِ خیر اور تبلیغی سلسلہ میں ہر ایک نرم اور گرم طریقہ اختیار کرتی ہے اعلاء کلمۃ اللہ اور دینِ حق کی ترویج اور اصولِ اسلامی کی اشاعت میں جان تک دینے سے دریغ نہیں کرتی۔ نیز خود بھی ایک کامل و اکمل شریعت پر ایمان رکھتی اور تمام احکام اسلامی پر عمل کرتی ہے۔ معروف کو بجا لاتی ہے اور منکر سے اجتناب کرتی ہے۔ اور ان خصوصیات کی وجہ سے یہ امّت خیرالامم اور افضل الامم ہے۔

خیرِ امّت کا فریضہ

اب یہ امّت چونکہ خیرِ امم ہے سب امتوں سے بہتر ہے اور اپنے پاس جامع و اکمل اور غیر متبدل اور اَمٹ دستورِ زندگی رکھتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ دوسروں کے لئے نمونہ اور نشانِ راہ بنے۔ چنانچہ اس کا فرض ہے کہ یہ تمام دنیا کو بہتر بننے کی ترغیب دے اور بہتر بنائے۔ خود بھی برائیوں سے بچے اور دوسروں کو بھی بچائے۔ اس امت کے افراد خود بھی اصلی، کھرے اور سچے ایماندار بنیں اور دوسروں کو بھی اپنے رنگ میں رنگ کر لائیں۔

حق کا اثر

عزیزانِ گرامی! دعوتِ حق میں بڑی تاثیر ہے۔ ہمارا دعوٰے ہے کہ اگرچہ برائی پوری طرح جڑیں کیوں نہ پکڑ چکی ہو، انسان اپنی انسانیت سے کتنا ہی گذر گئے ہوں اور حق و باطل میں امتیاز کی طاقتیں کتنی ہی مردہ کیوں نہ ہو گئی ہوں۔ حق اپنی جگہ پھر بھی حق ہی رہتا ہے اور اسے "اخلاص و ایمان" کے ساتھ جب بھی پیش کیا جائے اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہتا۔ سخت سے سخت منکروں کے سر بھی اس کے آگے جھک جاتے ہیں۔ بڑے سے بڑے مخالف "دعوتِ حق" کی تحریک کے سامنے سپر انداز ہو جاتے ہیں اور یہ دعوت کسی کے روکے ہرگز نہیں رُکتی ——

محترم حضرات! تاریخ امم شاہد ہے کہ جب بھی صدائے حق بلند ہوئی ہے اور دعوتِ حق کی تحریک خلوص و استقامت کے ساتھ برپا ہوئی ہے اس کے آگے باطل خس و خاشاک کی طرح بہہ نکلا ہے اور دعوتِ حق کو ہمیشہ کامیابی نصیب ہوئی ہے۔ چودہ سو برس پیچھے کو پلٹ جائیے اور تاریخ ماضی کا ایک ورق اُلٹ کر دیکھئے کہ فاران کی چوٹی سے مکہ کا دُرِّ یتیم جب دعوتِ حق کی صدا لے کر اٹھتا ہے تو اس وقت دنیا کی کیا حالت تھی اور اس نے کس طرح دنیا کا نقشہ بدل کر رکھ دیا اور حیوانوں سے بدتر مخلوق کو انسانیت کی معراجِ کمال پر پہنچا دیا —— پھر دعوتِ حق کی یہی قرآنی تحریک لے کر جب اس کے فیض یافتگان دنیا کے سامنے آئے تو انہوں نے کیا عظیم انقلاب برپا کر دیا اور بقول نپولین بونا پارٹ آدھی صدی میں انہوں نے آدھی دنیا پر اسلام کا پھریرا لہرا دیا۔

برادرانِ عزیز! ہمارا ایمان ہے کہ وہ دعوت جسے ہمارے آقا و مولا جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمایا اور جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشینوں نے دنیا کے کونے کونے میں پھیلایا۔ آج بھی موجود ہے اور اس کے اندر آج بھی وہ تاثیر موجود ہے جو خیرالقرون میں تھی —— لیکن بدقسمتی سے ہم میں فرق آ گیا ہے اور ہم نے دعوتِ حق کے وہ ہتھیار ضائع کر دئے ہیں جو ہمارا طغرۂ امتیاز تھے۔

یاد رکھئے! اور اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ نبوّت کا سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قطعاً ختم ہو چکا ہے اور اب کوئی نیا نبی ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا لیکن کارِ نبوت جاری ہے اور نبوت کا کام دعوت سے زندہ ہے۔ پس ہمیں دعوتِ حق کے انہیں ہتھیاروں سے لیس ہونا چاہئے جو ہمارے اسلاف کا حصّہ تھے اور

جن کے باعث انہوں نے عظیم کامیابیاں حاصل کیں۔

دعوتِ حق کے ہتھیار

محترم حضرات! دعوت الی الحق کے لئے کامل ایمان کے ساتھ شجاعتِ قلب، جرأتِ لسان، زور آور دست و بازو اور بے پناہ قوتِ برداشت زبردست ہتھیار ہیں۔ چنانچہ جو دعوت دینے والا ان ہتھیاروں سے مسلّح ہو کر جب میدانِ عمل میں آئے گا کامیاب و کامران ہوگا اور منزلِ مراد بڑھ کر اس کے قدم لے گی اور جو ان اوصاف اور ہتھیاروں سے محروم ہوگا ناکام و نامراد ہوگا۔

دعوت کو عام کردو

برادرانِ اسلام! آج جب کہ ہر طرف بے حیائی کا دَور دَورہ ہے اور معاشرہ ہر قسم کی برائیوں اور معصیتوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے — اسلام کے نام لیواؤں اور خیرِ امّت کہلانے والوں کا فرض ہے کہ وہ دعوتِ حق کو زیادہ سے زیادہ عام کریں اور مذکورہ ہتھیاروں سے لیس ہو کر پوری قوت کے ساتھ میدانِ عمل میں آجائیں اور باطل قوّتوں کا منہ پھیر کر رکھ دیں اور اس وقت تک دم نہ لیں جب تک کہ برائیوں کا خاتمہ نہیں ہو جاتا اور نیکی عام نہیں ہو جاتی۔

افسوس کا مقام

کس قدر شرم و افسوس کا مقام ہے کہ آج دنیا میں بے حیائی اپنے شباب پر ہے، فواحش و منکرات کی فراوانی ہے، نسلِ انسانی کو تباہ کرنے والے آلاتِ حرب و ضرب بنائے جا رہے ہیں، ہر قسم کی بد تہذیبی، بے ایمانی اور سخت گیری جائز ہے اور نہتّے اور بے سرو سامانوں کو نشانۂ جور و ستم بنایا جاتا ہے لیکن خدا کے مقدّس بندوں اور نبیوں والی تعلیم کے لئے اس دَور میں کوئی گنجائش نہیں اور خدا کی وضع کردہ شریعت بندگانِ حرص و آز کے ہاتھوں بے یار و مددگار ہوتی جا رہی ہے۔ یہ ندامت اور ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ ایک اجنبی مرد ایک اجنبی عورت کے گلے میں ہاتھ ڈال کر تو ناچ سکتا ہے مگر خدائی تہذیب کے لئے دروازے بند ہیں۔

پس اے اُمّتِ خیرالانام! ان حالات میں جب کہ بدی اپنی معراج پر ہے، لادینیت شدو مد سے پھیل رہی ہے اور دعوتِ حق کو دبانے کے لئے باطل طاقتیں پوری طرح سرگرمِ کار ہیں۔ روئے زمین پر بسنے والے تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ دینِ حق کی آواز بن جائیں اور اپنی صدائے حق کو اس قوت و جرأت اور مردانگی سے بلند کریں اور دعوت کو اس طرح عام کر دیں کہ ساری کائنات کی فضا کتاب و سنّت کے نغموں سے معمور ہو جائے اور برائیوں کے قلعے چور چور ہو کر رہ جائیں۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو نیکیاں پھیلانے، برائیوں کو مٹانے، دعوتِ حق کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر اسلام کا پھریرا چاردانگِ عالم میں لہرانے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الٰہ العالمین

بقیہ: مجلس ذکر

کسی قصور وار کے کسی قصور پر جب ہم کو غصّہ آتا ہے تو اس وقت اس عیب کے سوا اس کے سارے ہنر ہماری آنکھوں سے چھپ جاتے ہیں اور اس کی خوبیاں نظر انداز ہو جاتی ہیں۔ اس لئے ہمارا غصّہ پوری طرح تیز ہو جاتا ہے، لیکن اگر یہ سامنے رہے کہ اس سے ایک غلطی ہوئی ہے یا اس میں ایک عیب ہے، مگر اس میں کچھ خوبیاں بھی ہیں تو اس کی ان خوبیوں کی قدر کر کے اس کی غلطی سے درگذر کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

انسان کے تحمل اور بردباری کا پتہ اس وقت چلتا ہے جب کوئی اسے غصّہ دلائے اور وہ غصّہ پی جائے۔ عربی زبان کی ضرب المثل ہے لَا یُعْرَفُ الشُّجَاعُ اِلَّا عِنْدَ الْحَرْبِ وَلَا یُعْرَفُ الْحَلِیْمُ اِلَّا عِنْدَ الْغَضَبِ۔ (بہادر لڑائی ہی میں پہچانا جاتا ہے اور بُردبار غصّہ کے وقت)

حضرت ابن عباسؓ کو ایک شخص نے گالی دی۔ جب گالی دے چکا تو آپؓ نے غلام سے فرمایا "اس کی کوئی حاجت ہو تو پوری کرو" اس شخص نے شرم کی وجہ سے گردن جھکا لی۔

اسی طرح ایک شخص نے حضرت علی بن حسینؓ کو گالیاں دیں۔ نوکر اس کی طرف لپکے۔ آپؓ نے ان کو منع فرمایا۔ اور اس شخص کو بلا کر فرمایا "ہماری بہت سی خرابیاں تجھ سے پوشیدہ ہیں۔ اگر تیری کوئی ضرورت ہو تو ہم اس کو پورا کر دیں" وہ شخص بہت شرمندہ ہوا۔ پھر آپؓ نے اس کو اپنی چادر اور ایک ہزار درہم مرحمت فرمائے۔

اولیائے کرام اور صوفیائے عظام جو کچھ بھی مجاہدے اور ریاضتیں کراتے ہیں۔ ان سب کا منشاء یہی ہوتا ہے کہ انسان کو عیوب کی گندگیوں سے پاک و صاف کر کے خوبیوں سے آراستہ کیا جائے تاکہ وہ بارگاہِ خداوندی کی حاضری اور حضوری کے لائق ہو سکے اور نورِ معرفت سے سرشار ہو اور اس کا سہل اور مسلّم طریق یہ ہے کہ ہر عیب دار بات کو چھوڑ دے جن میں غصّہ سے پرہیز بھی ہے۔ جس قدر بُری عادتیں چھوٹتی جائیں گی اچھی عادتیں خود بخود جلوہ فرما ہوں گی اور جب انسان سراپا جمال بن جائے گا۔ تب انسانیت کے اصلی جوہر نمایاں ہونگے اور دنیا خلدِ بریں کا نمونہ ہوگی

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ ۵

حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ

حضرت مولانا السید حامد میاں مدظلہم مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور —— مرتبہ: حبیب الرحمٰن اشرف

۱۔ وعنہ (ای عن انسؓ) قَالَ لَمْ یَکُنْ رَسُوْلُ اللّٰہِ (صلی اللہ علیہ وسلم) فَاحِشًا وَلَا لَعَّانًا وَلَا سَبَّابًا کَانَ یَقُوْلُ عِنْدَ الْمَعْتَبَۃِ مَالَہٗ تَرِبَ جَبِیْنُہٗ (رواہ البخاری) ص ۵۱۹ مشکوٰۃ

۲۔ و عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ اِذَا صَافَحَ الرَّجُلَ لَمْ یَنْزِعْ یَدَہٗ حَتّٰی یَکُوْنَ ھُوَ الَّذِیْ یَنْزِعُ یَدَہٗ وَلَا یَصْرِفُ وَجْھَہٗ عَنْ وَجْھِہٖ حَتّٰی یَکُوْنَ ھُوَ الَّذِیْ یَصْرِفُ وَجْھَہٗ عَنْ وَجْھِہٖ وَلَمْ یُرَ مُقَدِّمًا رُکْبَتَیْہِ بَیْنَ یَدَیْ جَلِیْسٍ لَہٗ (رواہ الترمذی) ص ۵۲۰ مشکوٰۃ

یعنی رسول اللہ صلی علیہ وسلم نہ فحش گو تھے نہ لعن طعن کی عادت تھی جب خفا ہوتے تھے تو عربی کا ایک محاورہ استعمال فرمایا کرتے تھے (جس کا ترجمہ ہے) اسے کیا ہوا؟ اس کی پیشانی خاک آلود ہو۔

۲۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے مصافحہ فرمایا کرتے تھے۔ تو اپنا دست مبارک اس کے ہاتھ میں سے نہ نکالتے تھے حتیٰ کہ وہ ہی اپنا ہاتھ (ڈھیلا کر دے اور) نکالے۔ اور کبھی ایسا نہیں دیکھا گیا کہ آپ اپنے ساتھی کے آگے اپنے گھٹنے بڑھا کر رکھیں۔

جناب آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حق تعالےٰ نے کامل ترین صفات پر پیدا فرمایا تھا۔ طرح طرح کے کمالات و فضائل آپؐ کی ذاتِ گرامی میں ودیعت فرمائے تھے۔ آپؐ کو ظاہر اور باطن دونوں میں اس درجہ بلندی عنایت فرمائی تھی۔ کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ ظاہری اور محسوس و مشاہد صفات کی قدرت کا اندازہ تو حضرت جابرؓ کی اس روایت سے فرما لیں کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لَمْ یَسْلُکْ طَرِیْقًا فَیَتْبَعُہٗ اَحَدٌ اِلَّا عَرَفَ اَنَّہٗ قَدْ سَلَکَہٗ مِنْ طِیْبِ عَرْفِہٖ اَوْ قَالَ مِنْ رِیْحِ عَرَقِہٖ۔ یعنی سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) جس راستے سے گذر جاتے تھے بعد میں کوئی اس راستہ پر چلتا تو یہ ضرور معلوم کر لیتا کہ آپؐ کا ادھر سے گذر ہوا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو جو ایک خاص قسم کی مہک عطا فرمائی تھی وہ محسوس ہوتی تھی۔ یعنی اس راستہ میں خوشبو مہکتی جس سے آپؐ تشریف لے جاتے۔

اسی طرح آپ کے پسینہ میں بھی اعلیٰ درجہ کی خوشبو ہوتی تھی۔ ایک صحابیہ حضرت انس کی والدہ حضرت اُمّ سُلیم (جو آنحضرتؐ کی ننھیالی رشتہ داروں میں سے تھی اور آپ ازراہِ بے تکلفی کبھی کبھار دوپہر کو ان کے گھر آرام فرما لیتے) فرماتی ہیں کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ آپ کو پسینہ بکثرت آتا تھا۔ میں اسے (کسی ترکیب و طریقہ سے) جمع کر لیا کرتی تھی اور اسے خوشبو میں ملا دیتی تھی۔ جناب سرور کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک مرتبہ دریافت فرمایا۔ کہ یَا اُمَّ سُلَیْمٍ مَا ھٰذَا؟ ام سلیم! یہ کیا ہے؟ جواب دیا —— عَرَقُکَ نَجْعَلُہٗ فِیْ طِیْبِنَا وَھُوَ مِنْ اَطْیَبِ الطِّیْبِ۔ یعنی یہ آپ کا پسینہ ہے ہم اسے خوشبو میں ملائیں گے اور یہ خود بھی عمدہ ترین خوشبو ہے —— ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت اُمّ سلیم رضؓ نے فرمایا یا رسول اللہ نَرْجُوْ بَرَکَتَہٗ بِصِبْیَانِنَا۔ کہ ہم امید کرتے ہیں کہ اس کی برکت سے ہمارے بچوں کو فائدہ پہنچے گا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ اَصَبْتِ —— یعنی ٹھیک کیا۔

تو آپؐ کو ظاہری کمالات بھی اس قدر عنایت ہوئے کہ ان کا احصاء مشکل ہے۔ ایک صحابی آپؐ کے حسن کی تعریف اس طرح فرماتے ہیں کہ رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ لَیْلَۃٍ اُضْحِیَانٍ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَاِلَی الْقَمَرِ وَعَلَیْہِ حُلَّۃٌ حَمْرَاءُ فَاِذَا ھُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ۔ یعنی میں نے (ایک دفعہ) آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو چاندنی رات میں دیکھا۔ میں ایک نظر آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھتا تھا اور ایک نظر چاند پر ڈالتا تھا تو میں نے یہ دیکھا کہ سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھے۔

اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ما رأیت شیئا احسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان الشمس تجری فی وجھہ۔ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین کوئی نہیں دیکھا یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے چہرۂ انور میں سورج چل رہا ہو۔

حضرت حسّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وہ اشعار تو آپ نے سُنے ہی ہوں گے۔ جو انہوں نے رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی منقبت میں کہے ہیں۔ ایک شعر میں فرماتے ہیں ؎

وَاَحْسَنَ مِنْکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنِیْ
وَاَجْمَلَ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

کبھی اور کہیں میری آنکھ نے آپؐ سے زیادہ حسن والا نہیں دیکھا، اور آپؐ سے زیادہ جمال والا عورتوں نے پیدا ہی نہیں کیا —— یعنی

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

آپ ہر عیب سے پاک پیدا کئے گئے ہیں گویا کہ آپؐ ایسے پیدا فرمائے گئے ہیں کہ جیسا آپؐ چاہتے تھے۔

یہ تو ہوا آپؐ کے ظاہری حُسن اور ظاہری کمالات کا بیان۔ رہا آپؐ کی سیرت طیبہ کا معاملہ تو یہ بیان سے باہر کی بات ہے۔

لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّہٗ

آپ غایت درجہ پاکیزہ عادات کے حامل تھے۔ آپؐ کی طرح پاکیزہ عادات و خصائل اور کسی کو عنایت نہیں کی گئیں آپ کو زندگی میں جس جس سے واسطہ

پڑا ہے وہ آپ کے بلند اخلاق اور بہترین صفات سے ضرور متاثر ہوا ہے۔ آپؐ نے ہر شخص کے ساتھ اس کے شایانِ شان نہیں بلکہ اپنی شایانِ شان برتاؤ فرمایا ہے۔ ہر دور میں ہر شخص کو آپؐ نے خوش رکھا ہے (کفار و حاسدین کی بات الگ رہی۔)

زندگی میں سب سے پہلے والدین یا ان کے قائم مقام سے واسطہ پڑتا ہے۔ آپؐ کی والدہ ماجدہ تو بچپن ہی میں وفات پا گئی تھیں۔ البتہ آپؐ کی رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہؓ جنہوں نے آپؐ کو دودھ پلایا بقا حیات تھیں۔ آپؐ ان کی بہت تعظیم فرماتے، بہت محبت اور انتہائی عزت سے پیش آتے۔ بڑی قدر فرماتے۔

اسی طرح جب آپ اپنے والد و دادا کی وفات کے بعد اپنے چچا ابوطالب کے گھر پرورش پا رہے تھے تو اس دوران باوجودیکہ آپؐ کا بچپن تھا ابوطالب یا گھر کے دوسرے افراد کو کبھی شکایت پیش نہیں آئی۔ چچا بھی خوش تھے، چچی بھی خوش تھیں، چچازاد بھائی (حضرت علیؓ و جعفر طیار) بھی خوش تھے، پورا گھرانہ آپؐ کی پاکیزہ خصلتوں کے باعث آپؐ سے خوش تھا۔ آپؐ میں عام لڑکوں کی طرح جھگڑے لڑائی اور دوسرے عیوب کا نام تک نہ تھا۔ آپؐ کی ذات میں سراسر شائستگی اور اچھائی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت جعفر طیار بہت جلدی آپؐ پر ایمان لے آئے کیونکہ بچپن سے آپؐ کی پاکیزہ سیرت سے متاثر تھے۔ خود ابوطالب بھی آپؐ کے بہت مداح تھے۔ یہاں تک کہ آپؐ کی شان میں قصائد لکھے جو حافظ ابن کثیرؒ نے بالتفصیل دئے ہیں۔ گویا جہاں رہے ہیں، جس کے پاس رہے ہیں وہ آپ کی تعریف و توصیف ہی کرتا رہا ہے۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ فرماتی ہیں کہ دودھ پینے کے زمانے میں آپ کی یہ عادت تھی کہ آپؐ ایک پستان کا دودھ پیتے دوسرا پستان اپنے رضاعی بھائی کے لئے چھوڑ دیتے تھے۔ حق تعالیٰ نے اس وقت بھی قلب اطہر میں وہ بات ڈال دی تھی جو عین انصاف کے مطابق تھی۔ بچپن اور لڑکپن کے بعد جب ایک اور دور آیا، جس میں شرم و حیا، عقلمندی و ذہانت وغیرہ صفات کا اندازہ ہوتا ہے تو اس دور میں بھی آپؐ ہر صفت میں ممتاز رہے۔ آپ جب شرم و حیا والا انسان اور کوئی نہیں تھا۔ آپؐ سب سے زیادہ باشرم و باحیاء تھے۔ زندگی بھر ایسا کوئی فعل سرزد نہیں ہوا جو شرم و حیاء کے خلاف ہو۔ ایک مرتبہ کعبۃ اللہ کی تعمیر کے وقت حضرت عباس کے اصرار پر قدرے بے پردگی ہو گئی تھی۔ آپؐ فوراً ہی نیم بیہوش ہو گئے۔ حتیٰ کہ ستر ڈھانپا گیا۔ عقلمندی و ذہانت میں بھی آپؐ بے نظیر و بے مثال تھے۔ دنیا بھر میں سب سے زیادہ عقلمند تھے آپؐ کی ذہانت و عقلمندی کا اندازہ اس واقعہ سے لگا لیجئے کہ ایک دفعہ کعبۃ اللہ کی تعمیر کے موقع پر یہ جھگڑا پیدا ہو گیا کہ حجر اسود کو کون نصب کرے گا۔ ہر قبیلہ والوں کی یہ خواہش تھی کہ یہ اعزاز انہیں ملے۔ کافی لے دے کے بعد چند شرائط مقرر کیں کہ جو شخص ان شرائط پر پورا اترے گا وہی حجر اسود نصب کرے گا۔ چنانچہ سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی مقرر کردہ شرائط پر پورے اترے۔ اس لئے حجر اسود کو نصب کرنا آپؐ کے ذمہ ٹھہرا۔ آپ اس حجر اسود کو اپنے دستِ پاک سے اٹھا کر بھی نصب کر سکتے تھے مگر آپؐ نے ایسا نہیں کیا بلکہ آپؐ نے ایک چادر میں وہ سنگِ اسود رکھا اور پھر سب سے وہ چادر پکڑوائی اور سب مل کر وہ حجر اسود جائے نصب تک لے گئے۔ آپؐ کی اس تدبیر سے جو جنگ و جدال کے بادل منڈلا رہے تھے چھٹ گئے۔ اس طرح سے تمام قبیلے والوں کو حجر اسود نصب کرنے کا اعزاز ملا۔ آپؐ کی اس تدبیر سے سب خوش ہوئے اور سب نے آپؐ کی ذہانت و عقلمندی کی داد دی ـــــ تو دوسری صفات و کمالات کے ساتھ ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت درجہ عقلمندی و ذہانت بھی مسلّم تھی۔ آپؐ بہترین صفات کے مرقع تھے۔ آپؐ کی ذات میں حسنات ہی حسنات تھیں۔ لڑکپن سے آخرت تک جملہ عادات نیک اور پاکیزہ تھیں۔

ایک مرتبہ آپ اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ شام کے سفر پر روانہ ہوئے راستہ میں ایک پہاڑی کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ یہاں یہ لوگ پہلے بھی پڑاؤ ڈالا کرتے تھے۔ اس پہاڑی پر ایک راہب رہا کرتا تھا لیکن وہ اپنے گرجے سے کبھی نہ نکلا کرتا تھا۔ اس دفعہ وہ خود بخود اس قافلے کے پاس اتر کر آیا۔ اور آپؐ کی وجہ سے تمام قافلہ والوں کی دعوت کی۔ سب کو ایک درخت کے نیچے بٹھلایا۔ آپ اس وقت کسی کام پر تشریف لے گئے تھے۔ واپس آئے تو سایہ میں جگہ نہ پائی اس لئے دھوپ ہی میں بیٹھ گئے۔ گویا جہاں جگہ ملی وہیں تشریف فرما ہوئے۔ جب آپ دھوپ میں بیٹھے تو درخت کا سایہ آپ پر آ گیا۔ راہب نے بھی یہ دیکھا کہ سایہ آپؐ کی طرف آ گیا۔ اس لئے ابوطالب سے کہا کہ آپ ان کے سرپرست ہیں آپ انہیں آگے سفر میں ساتھ نہ رکھیں بلکہ واپس بھیج دیں اور ان کا خیال رکھا کہیں یہ نبی ہیں بعض دوسری قوموں کے لوگوں کے دلوں میں ان کے خلاف شر اور دشمنی ہوگی کہیں وہ کسی قسم کا نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کریں۔ میں نے دیکھا ہے کہ آپ کو تمام درختوں اور پتھروں نے سجدہ کیا ہے اور یہ نبی ہی کو سجدہ کیا کرتے ہیں چنانچہ ابوطالب نے اس راہب کی بات مان لی اور آپؐ کو وطن واپس بھیج دیا۔

ہر شخص آپؐ کی فضیلت اور برتری کا معترف تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی خوبیاں اور حسنات دیکھ کر آپ کی بیوی بنیں۔ اور آخر تک آپؐ کی خوبیوں کی معترف رہیں۔ بخاری شریف کی ایک روایت میں حضرت خدیجہؓ آپؐ کی خوبیاں اس طرح بیان فرماتی ہیں۔ کہ آپؐ ناداروں کی امداد فرماتے ہیں، پڑوسیوں کے حقوق کی نگہداشت کرتے ہیں، بڑوں کا احترام فرماتے ہیں، چھوٹوں پر شفقت فرماتے ہیں۔

(باقی ص ۱۳ پر)

علمائے آخرت کی چند خصوصی علامات

(حاجی کمال الدین پنشنز ، لاہور)

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ علم عمل کے لئے آواز دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس پر عمل کرے تو وہ علم باقی رہتا ہے ورنہ وہ بھی چلا جاتا ہے یعنی علم ضائع ہوجاتا ہے۔

حضرت فضیلؒ فرماتے ہیں کہ مجھے تین شخصوں پر بڑا رحم آتا ہے۔ ایک قوم کا سردار جو ذلیل ہوگیا ہو، دوسرا وہ غنی جو غنا کے بعد فقیر ہوگیا ہو۔ تیسرا وہ عالم جس سے دنیا کھیلتی ہو (یعنی دنیا کا طالب ہو اور جو اس کا طالب ہوگا یہ اس سے کھیلے گی)

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ علماء کا عذاب دل کی موت ہے اور دل کی موت آخرت کے عمل سے دنیا طلب کرنا ہے۔ کسی شاعر کا شعر ہے جس کا ترجمہ یہ ہے: "مجھے اُس شخص پر تعجب آتا ہے جو ہدایت کے بدلے گمراہی خریدے اور اس سے زیادہ تعجب اس شخص پر ہے جو دین کے بدلے دنیا خریدے اور ان دونوں سے زیادہ تعجب اس شخص پر ہے جو اپنے دین کو دوسروں کی دنیا کے بدلے فروخت کردے یعنی دنیا کا فائدہ تو دوسرے کو ہو اور دین اِن کا ضائع اور برباد ہو۔"

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جو عالم دنیادار ہو وہ احوال کے اعتبار سے جاہل سے زیادہ کمینہ ہے اور عذاب کے اعتبار سے زیادہ سختی میں مبتلا ہوگا اور کامیاب اور اللہ کے ہاں مقرب علمائے آخرت ہیں جن کی چند خصوصی علامات ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ

اپنے علم سے دنیا نہ کماتا ہو۔ عالم کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ دنیا کی حقارت کا، اس کے کمینے پن کا، اس کے مکدر ہونے کا، اس کے جلد ختم ہوجانے کا اِس کو احساس ہو، آخرت کی عظمت، اس کا ہمیشہ رہنا اس کی نعمتوں کی عمدگی کا احساس ہو۔ اور یہ بات اچھی طرح جانتا ہو کہ دنیا اور آخرت دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ دو سوکنوں کی طرح ہیں۔ جونسی ایک کو راضی کرے گا دوسری خفا ہوجائے گی۔ یہ دونوں ترازو کے دو پلڑوں کی طرح سے ہیں۔ جونسا ایک پلڑا جھکے گا دوسرا ہلکا ہوجائے گا۔ دونوں میں مشرق مغرب کا فرق ہے۔ جونسے ایک سے قریب ہوگا دوسرے سے دور ہوجائے گا۔ ان باتوں کا تجربہ شاہد ہے کہ دنیا کی لذتوں میں دنیا کی بھی تکلیف ہے اور آخرت کی تکلیف تو ہے ہی۔ پس جس شخص کو عقل ہی نہیں وہ عالم کیسے ہوسکتا ہے جس کو ایمان بھی نصیب نہ ہو۔ اور جو شخص دنیا اور آخرت کا ایک دوسرے کی ضد ہونے کو نہیں جانتا اور دونوں کو جمع کرنے کی طمع میں ہے، وہ ایسی چیز میں طمع کررہا ہے جو طمع کرنے کی چیز نہیں ہے۔ وہ شخص تمام انبیاء کی شریعت سے ناواقف ہے اور جو شخص ان سب چیزوں کے جاننے کے باوجود دنیا کو ترجیح دیتا ہے وہ شیطان کا قیدی ہے جس کو شہوتوں نے ہلاک کررکھا ہے اور بدبختی اس پر غالب ہے۔ جس کی یہ حالت ہو وہ علماء میں کیسے شمار ہوگا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو عالم دنیا کی خواہش کو میری مرضی پر ترجیح دے گا اُس کے ساتھ ادنیٰ سے ادنیٰ معاملہ میں یہ کرتا ہوں کہ اپنی مناجات کی لذت سے اس کو محروم کردیتا ہوں (کہ میری یاد میں میری دعا میں اُس کو لذت نہیں آتی) اے داؤدؑ ایسے عالم کا حال نہ پوچھ جس کو دنیا کا نشہ سوار ہو کہ میری محبت سے تجھ کو دور کردے۔ ایسے لوگ ڈاکو ہیں۔ اے داؤدؑ جب تو کسی کو میرا طالب دیکھے تو اُس کا خادم بن جا۔ اے داؤدؑ جو شخص بھاگ کر میری طرف آتا ہے میں اس کو حاذق سمجھدار لکھ دیتا ہوں اور جس کو حاذق سمجھدار لکھ دیتا ہوں اس کو عذاب نہیں کرتا۔

یحییٰ بن معاذؒ کہتے ہیں کہ علم و حکمت سے جب دنیا طلب کی جائے تو ان کی رونق جاتی رہتی ہے۔

سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں کہ جب عالم کو دیکھو کہ امراء کے ہاں پڑا رہتا ہے تو اس کو چور سمجھو۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس عالم کو دنیا سے محبت رکھنے والا دیکھو اپنے دین کے بارے میں اس کو متہم سمجھو اس لئے کہ جس شخص کو جس سے محبت ہوتی ہے اُسی میں گھسا کرتا ہے۔

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ جس کو گناہ میں لذت آتی ہو وہ اللہ کا عارف ہوسکتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس میں ذرا بھی تردد نہیں کہ جو شخص دنیا کو آخرت پر ترجیح دے وہ عارف نہیں ہوسکتا اور گناہ کرنے کا درجہ تو اس سے بہت زیادہ ہے۔

اور یہ بات بھی ذہن نشین ہونی چاہیئے کہ صرف مال کی محبت نہ ہونے سے آخرت کا عالم نہیں ہوتا۔ جاہ کا درجہ اور اس کا نقصان مال سے بھی بڑھا ہوا ہے ـــــ ایک علامت علمائے آخرت کی یہ ہے کہ اس کے قول و فعل میں تعارض نہ ہو۔ دوسروں کو خیر کا حکم کرے اور خود اس پر عمل کرے۔ حق تعالیٰ شانہٗ سورۂ بقر کے پانچویں رکوع میں ارشاد فرماتے ہیں۔ "کیا غضب ہے کہ دوسروں کو نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم تلاوت کرتے ہو کتاب کی۔"

سورۂ صف کے پہلے رکوع میں بھی ارشاد ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات بہت ہی ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔"

حاتم اصمؒ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن اس عالم سے زیادہ حسرت والا کوئی نہ ہوگا جس کی وجہ سے دوسروں نے علم سیکھا اور اس پر عمل کیا وہ تو کامیاب ہوگئے اور وہ خود عمل نہ کرنیکی وجہ سے ناکام رہا۔

ابن سماک کہتے ہیں کتنے شخص ایسے ہیں جو دوسروں کو اللہ کی یاد دلاتے ہیں اور خود اللہ تعالیٰ کو بھولتے ہیں۔ دوسروں کو اللہ تعالیٰ سے ڈراتے ہیں خود اللہ تعالیٰ پر جرأت کرتے ہیں۔ دوسروں کو اللہ کا مقرب بناتے ہیں۔ خود اللہ تعالیٰ سے دور ہیں۔ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں خود اللہ تعالیٰ سے بھاگتے ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن غنمؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے دس صحابۂ کرام نے یہ مضمون بیان کیا

کہ ہم لوگ قبا کی مسجد میں علم حاصل کر رہے ہیں کہ حضورؐ تشریف لے آئے اور ارشاد فرمایا کہ جتنا چاہے علم حاصل کر لو۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں اجر بغیر عمل کے نہیں ملتا۔

ایک علامت علمائے آخرت کی یہ ہے کہ بادشاہوں، حاکموں اور امیروں سے دور رہیں (بلا ضرورت کے) ان کے پاس ہرگز نہ جائیں بلکہ وہ خود بھی آئیں تو ملاقات کم رکھیں۔ اس لئے کہ ان کے ساتھ میل جول ان کی خوشنودی اور رضاجوئی میں تکلف بننے سے خالی نہ ہوگا۔ وہ لوگ اکثر ظالم اور ناجائز امور کا ارتکاب کرنے والے ہوتے ہیں، جس پر انکار کرنا ضروری ہے۔ ان کے ظلم کا اظہار ان کے ناجائز فعل پر تنبیہ کرنا ضروری ہے۔ اور اس پر سکوت دین میں مداہنت ہے۔ اور اگر ان کی خوشنودی کے لئے ان کی تعریف کرنا پڑے تو یہ صریح جھوٹ ہے، اور ان کے مال کی طرف اگر طبیعت کو میلان ہوا اور طمع ہوئی تو ناجائز ہے۔ بہرحال ان کا اختلاط بہت سے مفاسد کی کنجی ہے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص جنگل میں رہتا ہے وہ سخت مزاج ہو جاتا ہے اور جو شکار کے پیچھے لگ جاتا ہے وہ (سب چیز سے) غافل ہو جاتا ہے۔ اور جو بادشاہ کے پاس آمد و رفت شروع کر دے وہ فتنہ میں پڑ جاتا ہے۔

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو فتنوں کی جگہ کھڑے ہونے سے بچاؤ۔ کسی نے پوچھا کہ فتنوں کی جگہ کونسی ہے فرمایا امراء کے دروازے کہ ان کے پاس جاکر ان کی غلط کاریوں کی تصدیق کرنی پڑتی ہے اور (ان کی تعریف میں) ایسی باتیں کہنی پڑتی ہیں جو ان میں نہیں ہوتیں۔

اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بدترین علماء وہ ہیں جو حکام کے ہاں حاضری دیں اور بہترین حاکم وہ ہیں جو علماء کے ہاں حاضر ہوں۔

علماء کا سلاطین کے ہاں جانا ایک بہت بڑا فتنہ ہے اور شیطان کے اغوا کرنے کا ذریعہ ہے بالخصوص جس کو بولنا اچھا آتا ہو اس کو شیطان یہ سمجھاتا ہے کہ تیرے جانے سے اس کی اصلاح ہوگی وہ اس کی وجہ سے ظلم سے بچیں گے۔ اور دین کے شعائر کی حفاظت ہوگی حتیٰ کہ آدمی یہ سمجھنے لگتا ہے کہ ان کے پاس جانا بھی کوئی دینی چیز ہے، حالانکہ ان کے پاس جانے سے ان کی دلداری میں مداہنت کی باتیں کرنا اور ان کی بے جا تعریفیں کرنا پڑتی ہیں جس میں دین کی ہلاکت ہے ـــــ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حضرت حسن بصریؒ کو لکھا کہ مجھے ایسے مناسب لوگوں کا پتہ بتاؤ جن سے میں اپنی اس (خلافت کے) کام میں مدد لوں۔ حضرت حسن بصریؒ نے (جواب میں) لکھا کہ "اہل دین تو تم تک نہ آئیں گے اور دنیاداروں کو تم اختیار نہ کروگے (اور نہ کرنا چاہیئے یعنی حریص طماع لوگوں کو کہ وہ اپنے لالچ میں کام خراب کردیں گے) اس لئے شریف النسب لوگوں سے کام لو اس لئے کہ ان کی قومی شرافت ان کو اس بات سے روکے گی کہ وہ اپنی نسبی شرافت کو خیانت سے گندہ کریں۔" ہاں اگر کوئی دینی مجبوری ہو تو اپنے نفس کی حفاظت اور نگرانی کرتے ہوئے جانے میں مضائقہ نہیں، بلکہ بسا اوقات دینی مصالح اور ضرورتوں کا تقاضا جانا ہی ہوتا ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ اپنی ذاتی غرض، ذاتی نفع، مال و جاہ کمانا مقصود نہ ہو بلکہ صرف مسلمانوں کی ضرورت ہو۔

ایک علامت علمائے آخرت کی یہ ہے کہ فتویٰ صادر کردینے میں جلدی نہ کرے۔ مسئلہ بتانے میں بہت احتیاط کرے حتیٰ کہ اگر کوئی دوسرا اہل ہو اس کے حوالے کردے۔

ابوحفص نیشاپوری کہتے ہیں کہ عالم وہ ہے کہ جو مسئلہ کے وقت اس سے خوف کرتا ہو کہ کل کو قیامت میں یہ جواب دہی کرنا پڑے گی کہ کہاں سے بتایا تھا۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ صحابۂ کرام چار چیزوں سے بہت احتراز کرتے تھے۔ (۱) امامت کرنے سے (۲) وصی بننے سے (یعنی کسی کی وصیت میں مال وغیرہ تقسیم کرنے سے) (۳) امانت رکھنے سے (۴) فتویٰ دینے سے ـــــ اور ان کا خصوصی مشغلہ پانچ چیزیں تھیں:۔ (۱) قرآن پاک کی تلاوت کرنا (۲) مساجد کا آباد کرنا (۳) اللہ کا ذکر جاری رکھنا (۴) اچھی باتوں کی نصیحت کرنا (۵) بُری باتوں سے روکنا۔

ایک علامت یہ ہے کہ اس کو باطنی علم یعنی سلوک کا اہتمام بہت زیادہ ہو۔ اپنی اصلاح باطن اور اصلاح قلب میں بہت زیادہ کوشش کرنے والا ہو کہ یہ علوم ظاہریہ میں بھی ترقی کا ذریعہ ہے۔

ایک علامت یہ ہے کہ ایسے علوم میں مشغول ہو جو آخرت میں کام آنیوالے ہوں۔ نیک کاموں میں رغبت پیدا کرنے والے ہوں۔ ایسے علوم سے احتراز کرے جن کا آخرت میں کوئی نفع نہیں ہے، یا نفع کم ہے۔ ہم لوگ اپنی نادانی سے ان کو بھی علم کہتے ہیں جن سے صرف دنیا کمانا مقصود ہو حالانکہ وہ جہل مرکب ہے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو اپنے علم پر عمل کرے حق تعالیٰ شانہٗ اس کو ایسی چیزوں کا علم عطا فرما دیتے ہیں جو اس نے نہیں پڑھے۔ پہلے انبیاء کی کتابوں میں ہے کہ اے بنی اسرائیل تم یہ مت کہو کہ علوم آسمان پر ہیں ان کو کون اتارے یا وہ زمین کی جڑوں میں ہے ان کو کون اوپر لائے یا وہ سمندروں کے پار ہیں کون اُن پر گزرے تاکہ ان کو لائے، علوم تمہارے دلوں کے اندر ہیں، تم میرے سامنے روحانی ہستیوں کے آداب کے ساتھ رہو، صدیقین کے اخلاق اختیار کرو۔ میں تمہارے دلوں میں سے علوم کو ظاہر کردوں گا یہاں تک کہ وہ علوم تم کو گھیر لیں گے اور تم کو ڈھانک لیں گے۔ اور تجربہ بھی اس کا شاہد ہے کہ اہل اللہ کو حق تعالیٰ شانہٗ وہ علوم اور معارف عطا فرماتے ہیں کہ کتابوں میں تلاش کرنے سے بھی نہیں ملتے۔

حضورؐ پاک کا ارشاد ہے اور جس کو حق تعالیٰ شانہٗ سے نقل فرماتے ہیں کہ میرا بندہ کسی ایسی چیز کے ساتھ مجھ سے تقرب حاصل نہیں کرسکتا جو مجھے زیادہ محبوب ہو ان چیزوں سے جو میں نے اس پر فرض کیں (جیساکہ نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ یعنی جتنا تقرب فرائض کے اچھی طرح ادا کرنے سے حاصل ہوتا ہے ایسا تقرب دوسری چیزوں سے نہیں ہوتا) اور بندہ نوافل کے ساتھ بھی میرے ساتھ تقرب حاصل کرسکتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو محبوب بنالیتا ہوں اور جب میں اسے محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ کسی کو پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اس کو پورا کرتا ہوں، اور وہ کسی چیز سے پناہ چاہتا ہے تو اس کو پناہ دیتا ہوں۔ (بخاری شریف) یعنی اس کا چلنا پھرنا دیکھنا سننا سب کام میری رضا کے مطابق ہوجاتے ہیں۔ اور بعض احادیث میں اس کے ساتھ یہ مضمون بھی آیا ہے کہ جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی کرتا ہے وہ مجھ سے اعلان جنگ کرتا ہے اور چونکہ اولیاء اللہ کا غور و فکر سب ہی حق تعالیٰ شانہٗ

(باقی صـ ۱۳ پر)

صدقات و خیرات

محمد شفیع عمرالدین (میر پور خاص)

اعلیٰ درجہ کی نیکی

محبوب ترین چیز کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینا ہے

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۝ (آل عمران۔ آیت ۹۲)

(ترجمہ) ہرگز نیکی میں کمال حاصل نہ کرسکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز سے کچھ خرچ نہ کرو۔

حاشیہ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رح

"یعنی اللہ کو معلوم ہے کہ کیسی چیز خرچ کی۔ کہاں خرچ کی اور کس کے لئے خرچ کی۔ جتنی محبوب اور پیاری چیز جس طرح کے مصرف میں جس قدر اخلاص وحسن نیت سے خرچ کرو گے اسی کے موافق خدا تعالیٰ کے یہاں بدلہ ملنے کی امید رکھو۔ اعلیٰ درجہ کی نیکی حاصل کرنا چاہو تو اپنی محبوب و عزیز ترین چیزوں میں سے کچھ خدا کے راستہ میں نکالو۔ حضرت شاہ صاحب رح لکھتے ہیں: "یعنی جس چیز سے دل لگا ہو اس کے خرچ کرنے کا بڑا درجہ ہے۔ یوں ثواب ہر چیز میں ہے۔ شاید یہود (و نصاریٰ) کے ذکر میں آیت اس واسطے نازل فرمائی کہ ان کو اپنی ریاست بہت عزیز تھی جس کے تقاضے کو نبی ص کے تابع نہ ہوتے تھے تو جب وہی اللہ کے راستے میں نہ چھوڑیں درجۂ ایمان نہ پائیں گے۔" پہلی آیت سے یہ مناسبت ہوئی کہ وہاں کافر کا مال خرچ کرنا بیکار بتلایا تھا، اب اس کے بالمقابل بتلادیا کہ مومن جو خرچ کرے اس سے نیکی میں کمال حاصل ہوتا ہے۔"

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "(اے مسلمانو) تم خیر کامل (یعنی اعظم ثواب) کو کبھی نہ حاصل کرسکو گے یہاں تک کہ اپنی بہت پیاری چیز کو (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کرو گے۔ اور (یوں) جو کچھ خرچ کرو گے (گو غیر محبوب چیز ہو) اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتے ہیں (مطلق ثواب اس پر بھی دے دیں گے لیکن کمال ثواب حاصل کرنے کا وہی طریقہ ہے۔

مرغوب باغ کی خیرات

قرآن کریم کے اولین مخاطب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن کریم کے احکام پر عمل کرنے کے بڑے شائق تھے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو مدینہ شریف میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا شمار بہت بڑے مالداروں میں سے تھا۔ آپ کا ایک باغ بیرحاء نامی مسجد نبوی ص کے سامنے تھا ان کو یہ باغ سارے مال میں سے زیادہ پیارا تھا۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اس باغ میں تشریف لیجایا کرتے تھے۔ اور وہاں کا پانی جو بہت اچھا تھا اسے نوش فرمایا کرتے تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ "ہرگز نیکی میں کمال حاصل نہ کرسکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز سے کچھ خرچ نہ کرو، تو حضرت ابوطلحہ رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ مجھے اپنے سارے مال میں سے بیرحاء باغ محبوب ترین ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے اس کی بہتری اور جزا چاہتا ہوں۔ اور وہ اللہ کے پاس میرا (آخرت کے لئے) ذخیرہ ہے۔ آپ ص نے فرمایا واہ واہ! یہ مال تو بہت اجر دینے والا ہے۔ یہ مال تو بڑا فائدہ دینے والا ہے! جو کچھ تم نے اس مال کے بارے میں کہا ہے وہ میں سن چکا ہوں۔ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ تم اسے اپنے عزیزوں کو بانٹ دو۔ حضرت ابوطلحہ رض نے کہا یارسول اللہ میں بانٹ دوں گا۔ پھر حضرت ابوطلحہ رض نے اس باغ کو اپنے عزیزوں اور چچا کے بیٹوں کو تقسیم کردیا۔ (مشکوٰۃ)

محبوب ترین زرعی زمین

اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی سن لیجئے۔ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے سب سے زیادہ محبوب مال میری زمین کا وہ قطعہ ہے جو خیبر میں ہے۔ اس کے بارے میں مجھے حکم فرمائیے۔ آپ ص نے فرمایا کہ اصل زمین تو اپنے قبضے میں رکھو اور اس کی پیداوار کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کردیا کرو۔ (تفسیر ابن کثیر رح)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا طرز عمل

آیت لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ، کی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عملی تفسیر تھے۔ آپ ہمیشہ اپنی پسندیدہ چیزوں کو راہ خدا میں دے دیتے تھے۔ چنانچہ جو غلام آپ کو پسند ہوتا اسے راہ خدا میں آزاد کردیتے۔ اور جو غلام اچھی نماز پڑھتا اسے آزاد کردیتے۔ اس کو دیکھ کر غلام دکھاوے کے طور پر نماز پڑھنے لگے۔ کسی نے یہ بات عرض کی تو فرمایا جو اللہ کے نام پر ہمیں دھوکا دے گا۔ ہم اس کا دھوکہ کھائیں گے۔ آپ کو ایک لونڈی بہت محبوب تھی اسے آزاد کرکے ایک غلام کے ساتھ بیاہ دیا۔ آپ کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے۔ ایک مرتبہ سفرحج کے لئے ایک عمدہ اونٹ خریدا اس کی چال بہت پسند آئی۔ اسے قربانی کے اونٹوں میں داخل کردیا۔ (سیرالصحابہ جلد مہاجرین حصہ دوم اعظم گڑھ)

کنوئیں کا صدقہ

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ام سعد رض (میری ماں) فوت ہوگئی ہے۔ پس اس کے لئے کون سی خیرات بہتر ہے۔ آپ ص نے فرمایا۔ "پانی"۔ پس حضرت سعد رض نے کنواں کھدوایا اور اسے اپنی والدہ (کے ایصال ثواب کے) لئے صدقہ کردیا۔ (مشکوٰۃ)

دودھ دینے والے جانور کو عاریتاً دینا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین صدقہ دودھ دینے والی اونٹنی ہے جو کسی کو عاریتاً دودھ پینے کے لئے دی جائے۔ اور پھر وہ زیادہ دودھ دینے والی بکری جو کسی کو دودھ پینے کے لئے دی جائے کہ وہ صبح کو بھی برتن بھردیتی ہے۔ اور شام کو برتن بھردیتی ہے۔ (مشکوٰۃ)

حاصل کلام نیکی کا اعلیٰ درجہ حاصل کرنے کے لئے ہر کلمہ گو اپنے ضمیر سے پوچھ سکتا ہے کہ

اس کی پسندیدہ اور محبوب ترین چیز کونسی ہے؟ کسی کو حکومت اور امارت پسند ہے۔ کوئی دنیاوی مال و اسباب پر شیدا ہے۔ کسی کا دل زر اور زمین کے ساتھ وابستہ ہے۔ کوئی عزت و شہرت کا گرویدہ ہے۔

ایک مسلمان کا دستور العمل یہ ہے کہ اسے سب چیزوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔ محبت الٰہی اس کا محبوب ترین سرمایہ ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ط

(بقرہ۔ آیت ۱۶۵)

(ترجمہ) اور ایمان والوں کو تو اللہ ہی سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔

لہٰذا اس محبتِ الٰہی کے غلبہ کی بدولت وہ کسی بھی محبوب ترین چیز کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ اگر دشمنانِ دین کے ساتھ جہاد کا موقعہ ہو تو اپنا پیارا مال تو چھوڑیئے اپنی محبوب ترین جان بھی قربان کر دیتا ہے۔ حسبِ موقعہ وہ ہر پیاری چیز میں سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں دینے کے لئے تیار رہتا ہے۔

ایسے پاک جذبے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ جو شخص "محبوب ترین" چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی عادت بنالیتا ہے۔ وہ ناجائز ذرائعہ سے ان "محبوب ترین" کو ہرگز حاصل نہیں کرتا۔ وہ باطل طریقوں سے دوسروں کے مال پر قبضہ نہیں جماتا۔ رشوت، چوری، ٹھگی اور جوا وغیرہ کے قریب نہیں جاتا۔

ایمان کی دلیل

ایک حدیث شریف کا ٹکڑا ہے:

وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ ؕ

(مشارق الانوار حدیث ۱۳۱۴)

(ترجمہ) صدقہ یعنی خیرات کرنا ایمان کی دلیل ہے۔

(ف) اور خیرات کو ایمان کی دلیل اس واسطے فرمایا کہ جب آدمی نے اپنا مال خدا کی راہ میں دیا تو معلوم ہوا کہ اس کا خدا تعالیٰ اور آخرت پر ایمان ہے۔ اور نہیں تو اپنی محبوب چیز کو کیوں "خرچ کرتا"۔ متقیوں کا ایک وصف یہ ہے:۔

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝

(بقرہ۔ آیت ۳)

(ترجمہ) اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

(ف) جاننا چاہیئے کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی سات قسمیں ہیں۔

(۱) زکوٰۃ مفروضہ

(۲) صدقۂ فطر

(۳) خیرات و مبرات جیسے فقراء کو دینا اور مہمانوں کی ضیافت اور حاجتمندوں کو قرض دینا۔

(۴) وقف جیسے بنا مسجد و مدارس کنواں یا مہمان سرائے اور مسافر خانہ

(۵) مصارف حج

(۶) مصارف جہاد

(۷) نفقاتِ واجبہ جیسے نفقۂ زوجہ اور نفقۂ محارم

(تفسیر معارف القرآن جلد اول حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی)

اُخروی فائدہ

اخلاص کے ساتھ مومن بندہ جو تھوڑا بہت اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے وہ دوزخ سے بچاتا ہے۔

حدیث:۔ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَتِرَ مِنَ النَّارِ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَلْيَفْعَلْ (مشارق الانوار بحوالہ بخاری و مسلم)

(ترجمہ) تم لوگوں میں سے جس سے ہو سکے دوزخ سے چھپنا یعنی بچ رہنا چاہیے کھجور کی پھانک ہی دے کر سہی تو اس کو چاہیئے کہ ایسا کرے۔

دنیاوی فائدہ

حدیث:۔ اَلصَّدَقَةُ تَمْنَعُ سَبْعِيْنَ نَوْعًا مِنَ الْبَلَاءِ اَهْوَنُهَا الْجُذَامُ وَالْبَرَصُ۔

(جامع الصغیر سیوطیؒ)

(ترجمہ) صدقہ (خیرات) کرنا "ستر" قسم کی مصیبتوں کو روکتا ہے جن میں سے جذام و برص تو زیادہ آسان ترین ہیں۔

فرشتوں کی دعا یا بدعا

حدیث:۔ کوئی ایسا دن نہیں ہے کہ جس دن صبح کے وقت دو فرشتے نہ اُترتے ہوں۔ جن میں سے ایک تو یہ کہتا رہتا ہے کہ اے اللہ خرچ کرنے والے کو بدل دے (یعنی جو شخص مصرفِ خیر میں یا مناسب موقع پر خرچ کرتا ہے) اس کو اس سے زیادہ دے۔ اور دوسرا کہتا ہے، اے اللہ بخیل (کے مال) کو تلف کر دے۔ (مشکوٰۃ)

دُعَاء

دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں فہم سلیم عطا فرمائے اور عمل کی توفیق دے۔

بقیہ: علمائے آخرت کی چند خصوصی علامات

کے ساتھ وابستہ ہوجاتا ہے۔ اسی وجہ سے قرآن پاک کے دقیق علوم ان کے قلوب پر منکشف ہوجاتے ہیں۔ اس کے اسرار ان پر واضح ہوجاتے ہیں بالخصوص ایسے لوگوں پر جو اللہ کے ذکر و فکر کے ساتھ ہر وقت مشغول رہتے ہیں اور ہر شخص کو اس میں سے حسبِ توفیق اتنا حصہ ملتا ہے جتنا کہ عمل میں اس کا اہتمام اور کوشش ہوتی ہے۔

حضرت علی رضؓ فرماتے ہیں کہ قلوب بمنزلہ برتن کے ہیں اور بہترین قلوب وہ ہیں جو خیر کو زیادہ سے زیادہ محفوظ رکھنے والے ہیں۔ علم کا جمع کرنا مال کے جمع کرنے سے بہتر ہے کہ علم تیری حفاظت کرتا ہے اور مال کی تجھ کو حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے اور مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے۔ مالی کا نفع اس کے زائل ہونے (خرچ کرنے) سے ختم ہوجاتا ہے لیکن علم کا نفع ہمیشہ باقی رہتا ہے (عالم کے انتقال سے بھی ختم نہیں ہوتا کہ اس کے ارشادات باقی رہتے ہیں) پھر حضرت علیؓ نے ایک ٹھنڈا سانس بھرا اور فرمایا کہ میرے سینے میں علوم ہیں کاش اس کے اہل ملتے۔ مگر میں ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو دین کے اسباب کو دنیا طلبی میں خرچ کرتے ہیں، یا ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو لذتوں میں منہمک ہیں، شہوتوں کی طلب کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں یا مال کے جمع کرنے کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

حکمت کے موتی

- نیکی کے کام میں ہرگز دیر نہ کرو بہت ممکن ہے پھر نیکی کرنے کا موقع نہ ملے۔
- دوسروں کے عیبوں پر نظر نہ رکھو۔ بلکہ اپنی برائیوں اور دوسروں کی اچھائیوں پر نظر رکھو۔
- اپنے اچھے عمل سے دوسروں کو نمونہ بن کر دکھادو تاکہ وہ بھی تمہاری اتباع کریں۔
- اپنی تکلیف یا پریشانی کسی سے بیان نہ کرو۔ بلکہ صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔

گاہے گاہے باز خواں

مشہدِ اکبر[۱]

مولانا سیّد سلیمان ندویؒ

کان پور کے محلہ مچھلی بازار میں ایک مسجد بر سرِ راہ تھی۔ شہر کی میونسپلٹی وہاں سے ایک سڑک نکالنا چاہتی تھی چونکہ مسجد کا وضو خانہ بیچ میں آرہا تھا اس لئے وہاں کے مسلمانوں نے اس کی مخالفت کی لیکن صوبے کے گورنر جیمز مسٹن نے میونسپلٹی کی حمایت کی اور مسجد کا وہ حصّہ ڈھا دیا گیا۔ مسلمانوں نے ایک بڑا احتجاجی جلسہ کیا جس میں یہ طے پایا کہ مسجد کی منہدم دیوار کو ابھی ابھی پھر کھڑا کر دیا جائے۔ جس وقت مسلمان دیوار پر اینٹیں چن رہے تھے۔ ڈپٹی کمشنر نے ان پر حملہ کا حکم دیا اور ان پر گولیاں برسنے لگیں۔ یہ واقعہ ٹھیک اس وقت کا ہے جب بلقان اور ترکی کی جنگ جاری تھی اور ہندوستانی مسلمان برطانیہ کی بیرونی پالیسی سے سخت مشتعل تھے۔ بظاہر یہ ایک مسجد کا واقعہ ہے لیکن حقیقت میں حریت اور انگریز دشمنی کا جذبہ کام کر رہا تھا اور یہ مسلمانانِ ہند کی سیاسی جد و جہد اور آزادی پرستی کے سلسلہ تاریخ کی اہم کڑی ہے —— ذیل کا مضمون اسی ہنگامۂ خونیں کی یادگار ہے۔

زمین پیاسی ہے۔ اس کو خون چاہئے لیکن کس کا؟ مسلمانوں کا۔ طرابلس کی زمین کس کے خون سے سیراب ہو؟ مسلمانوں کے۔ مغرب اقصا کس کے خون سے رنگین ہے؟ مسلمانوں کے۔ ایران پر کس کی لاشیں تڑپتی ہیں؟ مسلمانوں کی۔ سرزمین بلقان میں کس کا خون بہتا ہے؟ مسلمانوں کا۔ ہندوستان کی زمین بھی پیاسی ہے، خون چاہتی ہے کس کا؟ مسلمانوں کا۔ آخرکار سرزمین کانپور پر خون برسا اور ہندوستان کی خاک سیراب ہوئی۔ ہندوستان کی دیوی جوش و خروش میں ہے اپنی قربانگاہ کے لئے نذر مانگتی ہے۔ کون ہے ہمت کا جوان جو اس کی خواہش پوری کرے؟ صوبہ متحدہ کا بادشاہ (سر جیمز مسٹن) بالآخر آگے بڑھا اور اس نے اپنی وفادار رعایا (مسلمان) کا خون پیش کیا۔ جو اپنی جان کے بعد اس کو سب سے زیادہ عزیز اور محبوب تھی ——
برٹش حکومت کہتی ہے کہ رعایا کے مذہب کا احترام ہوگا لیکن کیا وہ احترام اس سے بھی کم ہوگا جتنا ایک سڑک کے سیدھے ہونے کا۔ حکومت کہتی ہے کہ رعایا کے خون کا احترام ہوگا لیکن کیا وہ احترام اس سے بھی کم جتنا ایک راستے کی زینت و آرائش کا۔

اگست کی صبح انقلاب برطانیہ کی تاریخ ہے۔ بہادر سپاہی جس وقت ایک ضعیف و ناتواں و غیر مسلح مجمع پر گولی برسا رہے تھے انہیں کیا خبر تھی کہ یہ گولیاں ان ناتواں کے سینوں کو توڑ توڑ کر برطانوی عدل و انصاف کو زخمی کر رہی ہیں۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ اس گولی کا نشانہ اس ستون کو کمزور کر رہا ہے جس پر حکومت برطانیہ کی عمارت قائم ہے؟ وہ مسرور ہیں کہ ہم وفاداری کی خدمت ادا کرتے ہیں۔ اِ ناد انو! تم تو اس سے عداوت کر رہے ہو جس کی محبت کا اظہار چاہتے ہو۔ وہ کیا عجیب منظر تھا جب کربلائے کانپور میں کئی ہزار بے دست و پا برطانوی رعایا برہنہ سر، برہنہ پا، با چشم نم و با دلِ پُرغم، ایک سیاہ علم کے نیچے جو اسلام کی مظلومی و بے کسی کا نشان تھا کئی سو معصوم بچوں کے ساتھ چند اینٹوں اور پتھروں کا ڈھیر لگا رہی تھی اور اس کی زبان پر وہ دعا جاری تھی جو وقتِ تعمیر کعبہ ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی زبان پر جاری تھی۔
یہ پُر اثر مقدس نظارہ ختم نہیں ہوا تھا کہ مجسٹریٹ کانپور کی سپہ سالاری میں مختصر سوار اور پیدل فوج تمام اسلحہ سے مسلح نمودار ہوتی ہے اور دس منٹ تک اپنی بندوقوں سے اُڑا کر ایک گولی کی چادر ہوا میں پھیلا دیتی ہے۔ پردہ جب چاک ہوتا ہے۔ میدان میں خاک و خون میں تڑپتی ہوئی لاشیں نظر آتی ہیں۔ جن میں بعض معصوم جانیں بھی ہیں جو افسوس دم توڑ چکی ہیں۔
گورنمنٹ کا فرشتۂ غیب ہم کو اطلاع دیتا ہے کہ میدان میں چودہ لاشیں ہیں، پھر بتاتا ہے کہ اٹھارہ لاشیں تھیں۔ عقیدت مند دل اس کو تسلیم کرتا ہے لیکن عقل حجت طلب کو کیوں کر سمجھائیں کہ ایک تنگ میدان میں دس پندرہ ہزار کا مجمع ہو پولیس بے محابا دس منٹ تک بے پروائی سے ان پر گولیاں برساتی ہے ہر گولی ایک دُور کے فاصلے پر پھیلتی ہے اور صرف اٹھارہ لاشیں ان کے صدمے سے گر پڑتی ہیں۔ مسلمان اپنی روئین تنی کا دعوٰے کرتے ہیں۔ ان کو مسرور ہونا چاہئے کہ گورنمنٹ اس پر بھی ان کے اس اعجاز کو تسلیم کرتا ہے۔
حکومت قانون کے ماتحت ہے لیکن افسوس ہم زبان کے ماتحت ہیں۔ ہم پر گورنمنٹ کا قانون حکومت نہیں کرتا ہم پر حکّام کی زبان حکومت کرتی ہے۔ ایک ضعیف و کمزور مجمع جس کے ہاتھ میں کوئی آلۂ ضرر نہیں جو کسی انسان کا محترم خون نہیں گراتا، جو کسی کی جائداد اور عزت پر حملہ نہیں کرتا تھا لیکن اس کی تادیب کے لئے عدالت کے کمرے اور قیدخانوں کی کوٹھڑیاں تھیں، سنگین کی نوکیں اور بندوق کی گولیاں تھیں، برٹش مؤرخ ہم کو بتا سکتا ہے کہ برسٹل اور مانچسٹر کے کتنے ہنگاموں میں آتش بار ہتھیاروں سے کام لیا گیا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ ہم کو حوالہ دے گا کہ برسٹل اور کانپور میں کتنی مسافت ہے لیکن اے معصوم مؤرّخ! برائے خدا ہمیں بتانا کہ برسٹل اور کانپور کی ذی روح حقیقتوں میں کتنا فرق ہے؟
نصرانی کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ عورتوں میں روح نہیں۔ لیکن اے مقدس نصرانی! پیغمبر ناصر کے لئے بتانا کہ تیرا یہ اعتقاد ہے کہ مسلمانوں میں روح نہیں۔ ہاں رُوح ہے لیکن

[۱] یہ مضمون "الہلال" میں شائع ہوا تھا اور اس کی اشاعت پر اخبار کی ضمانت ضبط ہوگئی تھی۔ مولانا ابوالکلام آزاد ان دنوں کانپور میں تھے اور انہوں نے سید سلیمان ندوی کو اس کامیاب مضمون پر مبارکباد کا تار دیا تھا۔

تو نے ان کو بے جان کر دیا کیا تجھ کو شریعت کا یہ حکم یاد نہ رہا کہ "تو خون مت کر۔"

سرجیمز مسٹن کی سرکاری اطلاع کہتی ہے کہ "معاملہ انہدام مسجد کے لئے مسلمانانِ کانپور میں کوئی جوش نہیں ہے۔ واقعۂ قتل سے پہلے بھی یہ غلط تھا کہ اگر یہ صحیح تھا تو مسلح سپاہی وقتِ انہدام مسجد کو کیوں گھیرے تھے۔ سنگینوں اور بندوقوں کے ہیبت ناک نظاروں سے کن کو ڈرایا جا رہا تھا۔ اور اب تو حکومت متحدہ کو خود نظر آ رہا ہوگا کہ لوازم تدبر و سیاست سے اس کا خزینۂ حکمت کس قدر تہی تھا۔

سرجیمس مسٹن کی سرکاری اطلاع کی شہادت ہے کہ مسلمانان کانپور کا جوش جرائد اسلامیہ کی برافروختگی اور طعن و تشنیع و ملامت کا نتیجہ ہے۔ لیکن وہ کون تھا جس نے مسلمانوں کو طعنہ دیا تھا کہ مسلمانوں کے جوش و غیرت کی حقیقت صرف چند الفاظ ہیں۔ صوبے کا نیم سرکاری اخبار "پانیر" اور پھر کون تھا جس نے مسلمانوں کو کہا تھا کہ ان کی غیرت و حمیت کی جولان گاہ صرف قلم کا میدان ہے۔ شہنشاہی انگلستان کی نیم سرکاری زبان "ٹائمز"۔

سرجیمز مسٹن نے قصداً مسلمانوں کو چھیڑا اور ان کے اس جوش اور ولولۂ اسلامی کو جھوٹا کہا جو تیرہ سو برس سے جھوٹا نہ ہوا تھا۔ انہوں نے ان زیرِ خاک انگاروں کو راکھ کا ڈھیر سمجھا جو تیرہ سو برس سے اس طرح روشن ہے۔ سرجیمز مسٹن کے یقین کے لئے دلیل چاہئے تھی۔ فرزندانِ اسلام بڑھے اور انہوں نے مقتل عام میں جا کر جسمانی پردہ جو فرمانروائے صوبہ کے سامنے حائل تھا الٹ دیا اور دنیا کو نظر آ گیا کہ درحقیقت اس پردے کے پیچھے سرخ انگارے تھے جو دوسروں کو نہ پھونک سکے خود کو پھونک دیا۔

سرجیمز مسٹن آپ کیا چاہتے ہیں؟ کیا دعوائے سابق کے یقین کے لئے کسی اور دلیل کے طالب ہیں۔ اگر حقیقت میں ان کی طلب صادق ہے اور ان کی کوشش کامل ہے تو ہم بتلاتے ہیں کہ ان آہنی زنجیروں میں بھی آگ ہے جو اسیران مدافعتِ ملی کے ہاتھوں اور گردنوں میں ہیں انہیں خبردار رہنا چاہئے کہ زنجیروں کی آہنی جسمانیت دوسری آہنی جسمانیت سے ٹکرا کر شعلہ نہ پیدا کرے۔

صوبہ متحدہ کا طرزِ حکومت اسی وقت ایک منظر کا اشارہ کر رہا تھا جب اس کا فرمانروا ایک طرف اسٹریچی ہال (علی گڑھ) میں اور دوسری طرف مقامی دربار (گورکھپور) میں ایک اسپیکر کی حیثیت سے نمودار ہوا تھا اس نے دھمکی دی تھی کہ بزور اس جوش کو فرو کروں گا۔ آخر ۳ راگست کو اس وقت جب وہ بریلی میں تھا اور ایک مسلمان ریاست رامپور اس کا خیر مقدم کر رہی تھی اس نے بزور اس جوش کو فرو کر دیا۔

انہیں اس کا خوف نہیں کہ مسلمان ایک مسجد کے اعادہ حریت کی کوشش میں مقتول و مجروح ہوئے کہ یہ ان کی خصوصیت ملی ہے ایک ہزار تین سو برس ہوئے کہ وہ مسجد خلیل کی بقائے حرمت کے لئے سربکف ہیں لیکن اس کا خوف ہے کہ حکومت متحدہ جن غیر قانونی گولیوں کو اپنی وفادار رعایا کو مجروح کر رہی تھی۔ اس سے وہ خود تو مجروح نہیں ہو گئی۔

مقتولین کانپور تم پر نماز نہیں پڑھی گئی کہ تم مغفور ہو۔ ہم گنہگار تمہاری مغفرت کی کیا دعا مانگتے۔ لیکن سنا ہے کہ تم کو کفن نہ ملا گولیوں اور بندوقوں کی قطع و برید کے بعد تمہارے جسم اسپتال کی قینچیوں اور چھروں کے کام آئیں گے۔ غزوہ بنی الحیان میں شہدائے اسلام کی لاشیں فرشتوں نے اٹھائی تھیں۔ آج ہم بھی یقین رکھتے ہیں کہ اخفائے راز کے لئے پولیس نے تمہاری لاشیں دریا میں پھینکیں اور زمین میں دفن نہیں کیں تو یقیناً تمہاری لاشوں کو فرشتوں نے اٹھا لیا کہ رضوانِ الٰہی ان کا منتظر تھا۔

مجروحین کانپور! تم نے گولیاں کھائیں ہیں، نیزوں سے تمہارے سینوں میں سوراخ کیا گیا، تمہاری آنکھوں میں سنگینیں بھونکی گئیں تھیں۔ تمہارے ایک ایک عضو کو زخموں سے چور کیا گیا۔ تمہیں یاد ہوگا کہ فرات کے کنارے بھی اسلام کا ایک قافلہ اسی طرح لٹا تھا جس کے بعد بنو امیہ کی تاریخ کا ورق الٹ گیا۔

معصوم بچو! اور ریاضِ اسلام کے نو دمیدہ غنچو! تمہیں کس نے مرجھا دیا؟ سرجیمز مسٹن کے الفاظِ طعن نے تمہارے لئے گناہوں و ناآشنائے جرم دلوں کو مضطرب کر دیا۔ تم بڑھے کہ اپنے دہن زخم سے اس الزام کی تکذیب کرو، اے طائرانِ قدس! اڑ جاؤ کہ عرش کی سبز قندیلیں تمہاری منتظر ہیں۔

بقیہ: حسنت جمیع خصالہٖ

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے آپؐ کو پوری کائنات پر برتری بخشی تھی۔ آپؐ پر حق تعالٰی کی عطاؤں، مہربانیوں اور خصوصی رحمتوں کا ہر وقت نزول ہوتا رہتا۔ خدا کی تمام مخلوق میں کوئی آپؐ کا ہمسر نہیں، نہ آپؐ جتنی صفات کمالیہ کسی اور میں ہیں نہ آپؐ جیسا حسن و جمال کسی کو نصیب ہوا ہے، آپؐ ہر حیثیت سے بالاتر ہیں۔

مذکورہ بالا دو حدیثوں میں جو مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ بخاری شریف اور ترمذی شریف مذکور ہیں آپؐ کی ان عاداتِ مبارکہ کا ذکر ہے جن کا تعلق بندوں سے ملنے جلنے اور ان کے ساتھ معاملہ سے ہے۔ اس معاملہ میں اچھائی کا نام اخلاق ہے۔ اور قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ انک لعلٰی خلق عظیم یقیناً آپؐ بڑے اور بلند اخلاق پر پیدا فرمائے گئے ہیں۔

دعا اللہ تعالٰی ہمیں آپ کا اتباع نصیب فرمائے۔ آپؐ کی مبارک عادات کو اپنانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

درسِ قرآن

منعقدہ ۱۷ر دسمبر ۱۹۶۷ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی اے

(۳)

ابھی جو میں نے تین آیتیں پڑھی ہیں ان تینوں کا تعلق ہمارے سفر کے ساتھ ہے۔ اگر ہم گھر سے چلے دفتر کے لئے تو یہ بھی ایک سفر ہے۔ تو فرمایا کہ اس میں بھی مجھے نہ بھول۔ جب تو اپنی سائیکل پر چڑھنے لگے، کار پر چڑھنے لگے، گھوڑے پر چڑھنے لگے، تانگے پر چڑھنے لگے تو کیا کہہ زبان سے؟ بِسۡمِ اللّٰهِ مَجۡرٖىهَا وَمُرۡسٰهَا ؕ اِنَّ رَبِّیۡ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝ اللہ ہی کے نام سے یہ میری گاڑی چلے گی، اللہ کے نام سے میری گاڑی ٹھہرے گی، اللہ نے چلایا تو چلے گی، اللہ نے نہ چلایا تو نہ چلے گی۔

تو فرمایا کہ دیکھ تو اپنے آپ پہ گھمنڈ اور ناز نہ کر، تو کیا بلا ہے؟ میں چاہوں تو تیرے اپنے ہاتھ سے تیری زندگی کو ختم کر دوں۔ اس لئے فرمایا کہ تھوڑے سے سفر میں بھی مجھے یاد کر۔ بِسۡمِ اللّٰهِ مَجۡرٖىهَا وَمُرۡسٰهَا ؕ اِنَّ رَبِّیۡ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (ہود ۴۱) میں اللہ کا نام لے کر اسے چلاتا ہوں، اللہ کے نام سے یہ چلے گی۔ اللہ کے نام سے یہ ٹھہرے گی۔ کیوں؟ اِنَّ رَبِّیۡ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝ یہ نہیں فرمایا اِنَّ رَبِّیۡ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُ ۝ یا اِنَّ رَبِّیۡ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ۝ فرمایا۔ اِنَّ رَبِّیۡ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝ بیشک میرا پالنے والا بڑا مہربان ہے، بخشنے والا ہے۔ یعنی اگر وہ اس سے گر کر مر گیا تو توبہ ہو گئی نا؟ تانگے سے گر کر مر گیا تو توبہ ہو گئی، موٹر سے ایکسیڈنٹ ہو کر مر گیا تو توبہ ہو گئی۔ ویسے بھی مر گیا تو توبہ ہو گئی۔ اِنَّ رَبِّیۡ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ کے ساتھ اعتراف کرتا ہے۔ خداوندِ قدوس تعلیم دیتے ہیں کہ اے میرے بندے! جب تو معمولی سے سفر پر نکلے تو یہ کہہ بِسۡمِ اللّٰهِ مَجۡرٖىهَا وَمُرۡسٰهَا ؕ اِنَّ رَبِّیۡ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝ (سورۃ ہود۔ آیۃ ۴۱) اگرچہ یہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا ہے مگر ہمارے لئے قرآن رہنما ہے، ہم سب مسلمانوں کے لئے قرآن ہادی ہے اس پر عمل کرنے کا ہمیں حکم ہے۔

پھر فرمایا۔ جس وقت کسی سواری پر تم سوار ہو تو کیا کہو۔ سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقۡرِنِیۡنَ ۝ اور آگے کیا فرمایا؟ وَاِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ ۝ دیکھئے یہاں پر بھی کیا سبق مل رہا ہے؟ بات میں عرض کر رہا ہوں خدا کے ساتھ تعلق جڑنے کی۔ قرآن نے مسلمانوں کو اپنے رب کے ساتھ تعلق جوڑنے کی کیسی تلقین فرمائی۔ صرف یہ ایک سواری کی بات میں ہم غور کریں، حکمتوں کو سمجھیں، قرآن کی حکمتوں کو تو اس ایک سبق میں ہمیں بہت کچھ مل سکتا ہے۔ فرمایا کہ جب تم کسی سواری پہ سوار ہو تو کیا کہو؟ سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقۡرِنِیۡنَ ۝ — دیکھئے کتنی باتیں آگئیں؟ سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ تمام عیوب و نقائص سے وہ ذات پاک ہے۔ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا۔ جس نے اس سواری کو میرے ماتحت کر دیا۔ میرے پاس تو اتنے پیسے نہیں تھے کہ میں کوئی معمولی سی سواری خرید سکتا۔ اللہ نے مجھے کار دے دی، اللہ نے مجھے ہوائی جہاز دے دیا، اللہ نے مجھے ہیلی کاپٹر دے دیا، اللہ نے مجھے گھوڑا اونٹ دے دیا، اللہ نے مجھے سائیکل دے دی — مجھ جیسے خطاکار کو! میری کیا طاقت تھی؟ اللہ اگر مجھے مال نہ دیتا تو میں کیا سائیکل چلا سکتا تھا؟ یا ہیلی کاپٹر میں بیٹھ سکتا تھا؟ یا ہوائی جہازوں میں سفر کر سکتا تھا؟ یا پیسے ہوتے، میں معطل ہوتا، میرا بدن شل ہوتا، میری ٹانگوں میں طاقت نہ ہوتی، میری ٹانگوں میں زور نہ ہوتا تو کیا میں ان سواریوں پہ سفر کر سکتا تھا؟ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا — اور ان سواریوں کو میرا مطیع کر دیا۔ مجھے ان کا مطیع نہیں کیا۔ یہ بھی تو ہو سکتا تھا گھوڑے کو بندے پر لاد دے۔ گھوڑے کو بٹھا دیتا تانگے پر اور بندے کو کہتا تانگے کو کھینچ۔ دو چار چابک گھوڑا مارے تو پھر بندے کو پتہ لگے کہ کیا بات ہے پھر پتہ چلتا کہ اللہ کا باغی ہوتا کسے کہتے ہیں۔ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقۡرِنِیۡنَ ۝ اور ہم تو بھائی اس کو کبھی اپنے کام میں نہ لا سکتے تھے۔ اگر خدا کا حکم نہ ہوتا۔

اگلی آیت میں فرمایا۔ اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ ۝ (سبحان اللہ)۔ فرمایا۔ بے شک ہم یقیناً ایک نہ ایک دن خدا کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔ یعنی دفتر میں جاتے جاتے قیامت کا تصوّر کر لے۔ ایک تیرا یہ سفر ہے تو دفتر جا رہا ہے، تو کالج جا رہا ہے، تو دُکان میں جا رہا ہے، تو کھیت پر جا رہا ہے، اور ایک اور تیرا سفر ہے۔ پھر تو نے لوٹنا نہیں ہے۔ وہ بھی تیرا سفر ہے — اب تو اپنے قدموں سے جا رہا ہے، پھر تیرے اعزاء تجھے اٹھا کر لے جائینگے۔ اب تو چارپائی کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے، لاشوں کا پتہ ہی نہیں چلتا — آج تو میتوں کی لاشوں کا پتہ نہیں چلتا، کون مر گیا، کہاں مر گیا، کون ہے، کون نہیں۔ اخباروں میں بہت کم باتیں آتی ہیں، بڑی مخلوقات روزانہ مرتی رہتی ہے۔ اخبار والے بھی لکھ لکھ کر تنگ آ گئے ہیں۔ روزانہ کون لکھتا پھرے۔ وَاِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ ۝ اور یقیناً ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ دوسری آیت کی تشریح سمجھی آپ نے؟ (اللہ مجھے بھی آپ کو بھی سمجھائے) کہ سفر کرتے وقت بھی، ایک میل کے سفر میں، ایک فرلانگ کے سفر میں تو خدا کو یاد کرلے، اپنی قیامت کو سمجھ لے کہ میں نے ایک وقت خدا کی طرف بھی جانا ہے۔

تیسری آیت فرمائی کہ پھر تو دعا یہ کر۔ رَبِّ اَنۡزِلۡنِیۡ مُنۡزَلًا مُّبٰرَكًا وَّ

أَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ۝ (المومنون ۲۹)
اے میرے رب! اے میرے پالنے والے! (پھر 'رب' کا مسئلہ آ گیا) اے میرے پالنے والے! مجھے وہاں پر اتار جو برکت کی جگہ ہو۔ وَأَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ۝ اور تجھ سے بہتر برکتوں کی جگہ دینے والا اور کوئی نہیں ہے۔ مجھے وہاں نہ اتارنا جہاں میرے لئے مصیبت ہو، لوگ اس میں بیٹھے ہوں اور میرے لئے کوئی پریشانی کا باعث بن جائے۔ یہ تینوں دعائیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ اگر ہم یہ سوچیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کس طرح اپنی طرف بلانے کی دعوت دی۔ اس میں کتنی حکمتیں ودیعت فرما دیں خداوند قدوس نے۔ تو دیکھئے ایک دفتر کے لئے گھر سے نکلنے کے لئے جو ایک معمولی سا ہمارا سفر ہے۔ اس میں بھی ہم خداوند قدوس کو پا سکتے ہیں۔ کھانے کے وقت بسم اللہ کہے، پہننے کے وقت بسم اللہ کہے۔ سفر میں بسم اللہ کہے، پھر جو ہماری عبادات ہیں، صبح کی نماز پڑھی، ظہر کی نماز پڑھی، عصر کی پڑھی، مغرب کی پڑھی، عشاء کی پڑھی۔ پانچ دفعہ خدا سے تعلق جوڑا۔ فرمایا میرے بندے! تو نے غلطیاں بھی کی ہیں نا! آخر بندہ میرا ہی ہے لیکن فرمایا۔ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ۗ ذَٰلِكَ ذِكْرَىٰ لِلذَّاكِرِينَ ۝ (ہود ۱۱۴) (سبحان اللہ) فرمایا۔ ایک صحابی سے کچھ لغزش ہو گئی تھی۔ حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بیٹھے اور حضور انورؐ کے پاس چند مرتبہ انہوں نے باتیں کیں اور حضورؐ کے ساتھ چار نمازیں پڑھیں۔ ظہر کی نماز حضورؐ کے ساتھ پڑھی۔ حضورؐ نے جواب نہیں دیا۔ عصر کی نماز پڑھی، حضورؐ نے جواب نہیں دیا۔ مغرب کی نماز پڑھی، حضورؐ نے جواب نہیں دیا۔ عشاء کی نماز پڑھی پھر حضورؐ نے فرمایا۔ آ اب بات کر۔ انہوں نے جب بات کی تو فرمایا کہ قرآن مجید کا نزول ہوا ہے تیرے حق میں۔۔۔ کس کے حق میں؟ ایک گنہگار کی معافی کے لئے۔ جب گنہگار خدا سے معافی مانگتا ہے (اللہ میرے آپ کے گناہوں کو اس مہینے کی برکت سے معاف فرما دے اللہ ہمیں معاف کرانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ ہمیں اپنے گناہوں کا احساس نصیب فرمائے) تو قرآن کی پوری آیت ایک قانون بن کر آ گئی۔ فرمایا اے میرے حبیب! اس مجرم سے، خطا کار سے کہہ دیجئے۔ أَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ ۚ (ہود ۱۱۴) کہ رات کے وقت بھی اور دن کے وقت بھی تو نماز پڑھا کر، پانچوں نمازوں کو ادا کر۔۔۔ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ۚ نیکیاں برائیوں کو دھو ڈالتی ہیں۔۔۔ ذَٰلِكَ ذِكْرَىٰ لِلذَّاكِرِينَ ۔ یہ بات نصیحت قبول کرنے والوں کے لئے بہت بڑی نصیحت ہے۔ دیکھا؟ فرمایا۔ غلطی تو نے کی، گھبرانے کی بات نہیں، میرے دروازے پر آیا تو میں کسی کو ناامید نہیں چھوڑتا۔ یہ میں نہیں کرتا کہ میرے دروازے پر آئے تو میں دھتکار دوں۔ نہیں، میرے دروازے پر جو بھی آئیگا وہ خالی نہیں جائے گا، میں اس کو قبول کرتا ہوں، میرا نام ربّ کریم ہے اگر میں تیرے گناہوں کو معاف نہ کرتا تو پیدا کیوں کرتا؟ تجھ میں جو قوت ودیعت کی میں نے ہی کی، میں جانتا ہوں تو کس پانی میں ہے۔ اس لئے خداوند قدوس نے میرے بزرگو! جو قرآن میں قانون مغفرت بیان فرمایا ہے وہ بہت بڑا وسیع ہے اور اسی کے سہارے پر ہم جیسے گنہگار اللہ کی رحمت کے متمنی ہیں اور امید کرتے ہیں کہ اللہ ہمارے گناہوں کو معاف فرما دیں گے۔

تو کسی بھی وقت رب العالمین یہ نہیں چاہتے کہ بندہ خدا سے کٹ جائے بلکہ ہر وقت کے لئے ایسا نظام ہمارا بنا دیا، مالداروں کے لئے نظام بنا دیا کہ تیری جیب سے پیسے نکلتے رہیں میرے نام پر۔۔۔ وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝ (الذاریات ۱۹) تیرے مال میں میرا نام چلتا رہے تاکہ تجھے اپنے مال پر گھمنڈ نہ ہو۔ اور تو یہ سمجھ کہ میرے پاس یہ مال جو ہے یہ اللہ کا ہے۔ غریبوں کے لئے نظام بنا دیا تو میرے نام کی لذت سے شناسا ہو جا، تیرے لئے رزق کا مسئلہ سارے کا سارا آسان ہو جائے گا۔ مزدوروں کے لئے نظام بنایا، سرمایہ داروں کے لئے بنایا، مردوں کے لئے بنایا، خواتین کے لئے بنایا، ساری انسانی کائنات کے لئے اللہ نے ایسے قوانین ارشاد فرمائے کہ جن پر چل کر انسان خدا سے کٹ نہیں سکتا۔ اگر ذرا بھی محنت کرے۔ (باقی آئندہ)

صحت و زندگی

زندگی بخش معلوماتی مقالات اور مفید کار آمد اشارات

"پیاز" جدید سائنس کی روشنی میں

پیاز کو لوگ گھٹیا چیز سمجھتے ہیں مگر یہ ہماری غذا کا ایک ضروری جز ہے۔ یہ موسم گرما میں لو اور برسات میں ہیضہ کی دوا ہے بلا شبہ یہ وبا اور اس کی مضرت سے محفوظ رکھتا ہے۔

اس کا مزاج گرم ہے۔ شیخ بو علی سینا کے نزدیک گرم خشک ہے نہایت مفید اور مقوی ہے۔ قبض کو رفع کرتا ہے۔ پیشاب آور ہے، حیض کو کھول کر لاتا ہے، بھوک بڑھاتا، ریاح کو تحلیل کرتا اور ہاضمہ کو تقویت بخشتا ہے۔ اس کے کیمیاوی تجزیہ اور جدید تحقیق سے اس میں اجزائے لحمیہ (پروٹینز) کیلشیم پوٹاشیم، سوڈیم، سلفر (گندھک) اور فولاد وافر مقدار میں پائے گئے ہیں اس میں قوت تریاقیہ بھی ہے۔ وبائی ہواؤں کے اثرات کو زائل کرتا ہے۔ اسی لئے ہیضہ اور طاعون پھیلنے کے زمانے میں اسے اپنے پاس رکھنا اور کھانا مفید ہوتا ہے۔ ہیضے کے مریض کو پیاز کھانا اور اس کا عرق دینا بہت فائدہ بخش ہے۔ اس کا عرق قاتل کرم ہے اس لئے اس کا انجکشن سل اور دق کے جراثیم کا قاتل ثابت ہوا ہے۔

ہمارے جسم سے روزانہ گندھک خارج ہوتی ہے۔ اس لئے اس کمی کو پورا کرنے کے لئے روزانہ پیاز کھانا بہت ضروری اور مفید ہے۔ پکا کر کھانے کی نسبت کچا کھانا زیادہ مفید ہے۔

کچا پیاز کھانے سے منہ سے بدبو ضرور آتی ہے مگر پیاز کھانے کے بعد اخروٹ بریاں کھا لیا جائے یا دھنیا چبا لینے سے بھی بدبو دور ہو جاتی ہے۔

دوائی کے اعتبار سے بھی پیاز گوناگوں خواص کا حامل ہے۔ پیاز، شہد، ادرک کا رس مساوی ملا کر چاٹنے سے طاقت بڑھتی ہے اور باہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ پیاز میں ادرک، نمک اور لیموں نچوڑ کر چٹنی کے طور پر کھانے سے انسان وبائی امراض بدہضمی، قے، متلی سے محفوظ رہتا ہے۔ پیاز سنگ مثانہ کو خارج کرتا ہے اور تلی کے ورم کا بھی علاج ہے۔

پیاز کا کاجل بنا کر آنکھوں میں لگانے سے آنکھ کے ہلکے جالے اور پھولے دفع ہوتے ہیں۔ صاف کپڑے کی بتی بنا کر پیاز کے پانی میں بھگو دیں۔ بتی خشک ہو جائے تو چراغ میں بتی رکھ کر تل کا تیل ڈالیں اور روشن کرکے کاجل حاصل کریں۔

سرمہ سیاہ کو پیاز کے پانی میں بھگو دیں پھر اس کے پانی میں تین دن تک کھرل کریں یہ سرمہ چشم آشوب، دھند اور جالے میں مفید ہے۔

پیاز کا پانی اور شہد ہم وزن کافور چوتھائی وزن سب کو ملا کر شیشی میں محفوظ کر لیں۔ موتیا بند کی ابتدائی حالت میں رات کے وقت آنکھوں میں دو دو سلائیاں لگانے سے پانی اترنا بند ہو جاتا ہے اور جو پانی آیا ہوا ہو وہ بھی دفع ہو جاتا ہے۔

پیاز کا عرق پینے سے بھڑ اور بچھو کا زہر اتر جاتا ہے۔

پیاز کو پیس کر نمک ملا کے دیوانے کتے کی کاٹی ہوئی جگہ پر لیپ کرنا بہت مفید ہے۔

پیاز اور انجیر ہم وزن کو باریک پیس کر نمک ملا کر سانپ، بچھو، کتے کنکھجورا اور بھڑ کے کاٹے ہوئے مقام پر لیپ کرنا مفید ہے۔ جب تک موزوں علاج میسر نہ آئے زخم پر پیاز کچل کر باندھنا اور پیاز کھانا نافع ہے۔

●

بقیہ: اداریہ

ہیں تو اپنی آرام گاہوں میں چلے جاتے ہیں لیکن جب ذرا امید نظر آتی ہے کہ اب صرف نعرے لگا کر عوام کو پیچھے لگایا جا سکتا ہے تو کمین گاہوں سے فوراً باہر نکل کر لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم ہی تمہارے سچے خیرخواہ اور ہمدرد ہیں۔ قوم کو ایسے طالع آزما قسم کے لیڈروں سے ہوشیار رہنا چاہئے۔ اور ایسے لیڈروں کو معلوم ہونا چاہئے کہ اب ان کے دن بیت چکے ہیں۔ اب تو ملک و ملت کے صحیح بہی خواہ ہی آگے آ سکیں گے۔ (ارشد)

اسلام ہی پاکستان کی سالمیت کا ضامن ہے

جمعیۃ علماء اسلام ضلع پشاور کے جنرل سیکرٹری مولانا محمد یعقوب القاسمی نے ایک بیان میں کہا ہے کہ پاکستان اسلامی نظریۂ حیات کے تحت قائم ہوا ہے اور ملک کے کروڑوں مسلمانوں کی تمنا ہے کہ یہاں کا نظام بھی اسلامی ہونا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کے قیام کی خاطر مسلمانوں نے بیش بہا قربانیاں دی ہیں۔ یہاں پر اسلامی نظام کے قائم نہ ہونے سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوگئے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ اس ملک سے مسلمانوں نے پیہم جدو جہد کے بعد انگریزوں کو اسی لئے نکالا تھا کہ ملک سے کفر کا خاتمہ ہو جائے اور فرنگی قانون کی جگہ مسلمانوں کے لئے اسلامی قانون کا نفاذ ہو۔ بدقسمتی سے بائیس سال کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن اب تک نظریۂ پاکستان کی تکمیل نہ ہو سکی۔ مولانا یعقوب القاسمی نے کہا کہ جب بھی اقتدار کا وقت آتا ہے تو تمام لیڈر اسلام اسلام کی رٹ لگاتے ہیں اور جب اقتدار کی کرسی حاصل ہو جاتی ہے تو پھر یہی لوگ اسلام کی بیخ کنی میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اور اسلام کے نام پر قوم کے ساتھ غداری کرتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ اب بھی تمام لیڈر پھر اسلام کا نام لے رہے ہیں اور اب پھر قوم کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں لیکن انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام کو سیاست کے طور پر استعمال کرکے دوبارہ قوم کو دھوکہ نہیں دیا جا سکتا۔ انہوں نے کہا کہ گول میز

کانفرنس میں جب جمعیۃ علماء اسلام کے قائد علامہ مفتی محمود نے اسلامی آئین کا مطالبہ پیش کیا تھا تو جسٹس مرشد کے سوا کسی لیڈر نے اس کی تائید نہ کی۔ لیکن یہی لیڈر اب اسلام کے بلند بانگ دعوے کر رہے ہیں۔

مولانا یعقوب القاسمی نے کہا کہ اب ۱۹۵۶ء کے آئین کی بحالی کا مطالبہ کیا جا رہا ہے لیکن اس آئین میں اسلام کے خلاف دفعات موجود ہیں۔ جمعیۃ علماء اسلام ۵۶ء کے آئین کے بالکل خلاف ہے۔ اس آئین میں ارتداد کی کھلی چھٹی دی گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ۱۹۵۶ء کے آئین سے غیر اسلامی دفعات نکال کر اسے قرآن و سنت کے مطابق بنایا جائے تو اس صورت میں جمعیۃ علماء اسلام اس آئین کو قبول کرنے میں کوئی پس و پیش نہیں کرے گی۔

انہوں نے کہا کہ مشرقی و مغربی پاکستان کی وحدت کو قائم رکھنے کا واحد ذریعہ بھی اسلام ہی ہے۔ اگر اسلام سے انحراف کیا گیا تو پھر وحدت قائم نہیں رہ سکتی۔ ملک و ملت کا استحکام اور بقاء بھی اسلامی قانون کے نفاذ میں مضمر ہے۔

بقیہ: بچوں کا صفحہ

مسجد کے پڑوس میں ایک شخص کے ہاں چوری ہو گئی، گھر والے جاگ اٹھے اور چور کو پکڑنا چاہا۔ مگر چور مسجد کے راستے سے فرار ہو گیا لیکن جب تعاقب کرنے والے مسجد میں آئے تو انہوں نے اس اجنبی شخص ہی کو جو دراصل حج کے لئے جا رہا تھا چور سمجھ کر پکڑ لیا اور پولیس کے حوالے کر دیا۔ چنانچہ چوری کی پاداش میں اُسے کوڑے اور جوتے مارنے کی سزا مقرر ہوئی ——

جب پولیس والے اسے مارتے تو کہتے کہ یہ چوری کی سزا ہے۔ مگر وہ شخص خود اپنے منہ سے کہتا کہ نہیں یہ ماں کی نافرمانی کی سزا ہے۔

میرے بھائیو! ہمیں اس واقعہ سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ والدین کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرنا چاہئے بلکہ ان کے سامنے چوں تک بھی نہیں کرنی چاہئے۔

دعا کرتا ہوں کہ اللہ رب العزت ہم سب کو والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین

جلسہ سیرت النبیؐ

۱۵ر جون بروز اتوار بعد نماز عشاء میونسپل لائبریری پارک صادق آباد میں سیرت پاک پر خطیب اہلسنت مولانا محمد ضیاء القاسمی اور دیگر علماء کرام تقاریر فرمائیں گے ملک کے نامور نعت خواں بھی تشریف لائیں گے۔ (منور حسین ضیا بمٹی)

بچوں کا صفحہ

حضرت فضیلؒ ابن عیاض

غلام خیر البشر بورسٹل سکول بہاولپور

آپ کی ابتدائی زندگی نہایت بھیانک تھی - آپ ایک زبردست ڈاکو اور رہزن تھے - رہزنی اور ڈاکہ ڈالنے کی وجہ سے خوف و ہراس سے حضرت فضیلؒ کا بہت چرچا تھا - لوگ خوف سے شاہراہوں پر زیادہ تر قافلوں کی صورت میں گذرتے تھے - تاکہ حضرت فضیلؒ کے ہاتھوں لُٹ نہ جائیں - ایک دفعہ آپ ایک مکان کی دیوار پھلانگنا چاہتے تھے کہ کسی قاری کی آواز کانوں میں آئی - جو کہ قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا حضرت فضیلؒ نے جب یہ آیت سنی :-

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ -

(پارہ ۲۷ - سورہ الحدید - رکوع ۲ - آیت ۱۶)

ترجمہ : کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل خدا کی یاد میں جھک جائیں۔

یہ آیت مبارکہ سن کر حضرت فضیلؒ کے دل کی دنیا بدل گئی - ان پُر اثر الفاظ نے ان کی جاہلانہ زندگی میں ایک ایسا غیر معمولی انقلاب برپا کر دیا کہ آپ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے گناہوں کی زندگی سے تائب ہوگئے ابھی آپ توبہ ہی کر رہے تھے کہ تھوڑے فاصلے پر آپ نے چند لوگوں کی آواز سنی - جو ادھر سے گذرنا چاہتے تھے اور آپس میں ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ ہمیں اس طرف سے نہیں جانا چاہئیے کیونکہ یہاں پر فضیلؒ کے ہاتھوں لُٹ جانے کا ڈر ہے - جب حضرت فضیلؒ نے یہ آواز - تو ان لوگوں کے پاس آئے - جن کو حضرت فضیلؒ سے خدشہ تھا - اور ان سے فرمایا کہ فضیلؒ نے خدا کے حضور میں سچے دل سے توبہ کر لی ہے - اس لئے آپ بلا خوف و خطر گذر جائیں - اور فضیلؒ میرا ہی نام ہے اور خدا نے میرے دل کی سیاہی کو نورِ ہدایت سے منوّر کر دیا ہے - بعد میں یہی حضرت فضیلؒ سرتاج اولیاء ہوئے ہیں - کسی نے سچ کہا ہے :-

زندگی آمد از برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

یہی وہ بزرگ ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے - کہ چور سے قطب بنے -

سچ ہے خدا کی کلام میں بڑا اثر ہے اگر معنی سمجھ میں آ جائیں تو اور بھی زیادہ اثر پڑتا ہے - بس جب قرآن کی سمجھ آ گئی تو یہی سمجھ عمل کی محرک ہوتی ہے اور خداوند کریم ہدایت کی رہنمائی فرما دیتے ہیں - پس ہم کو بھی چاہئیے کہ قرآن سمجھ کر پڑھا کریں - اور گناہوں سے توبہ کیا کریں - پھر انشاءاللہ خدا کی رحمت شامل حال ہو جائے گی - کیونکہ خدا کو سب سے زیادہ خوشی اُسی وقت ہوتی ہے جب اس کا بندہ گناہ سے توبہ کرتا ہے اور خدا ہی کی طرف رجوع کرتا ہے - پھر خدا اُسے اپنی رحمت میں ڈھانپ لیتا ہے کیونکہ اُس کی رحمت بہت وسیع ہے - قرآن کریم میں ہے :-

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ -

ترجمہ : میری رحمت ہر چیز پر حاوی ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان توبہ کرنے کے بعد ایسا پاکیزہ ہو جاتا ہے کہ گویا اُس نے گناہ کیا ہی نہیں توبہ ایک صابن ہے جس طرح صابن لگانے سے کپڑے اُجلے نکھر آتے ہیں - اسی طرح توبہ کرنے سے انسان بے گناہ اور پاک صاف ہو جاتا ہے - ہمیں بھی خدا کے حضور میں توبہ کرتے رہنا چاہئیے اور باوجود بار بار گناہ کے توبہ کا دروازہ کھٹکھٹاتے رہنا چاہئیے - فرمایا

ایں درگہِ ما درگہِ ناامیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

قارون کا خزانہ

ممتاز احمد حافظ - سوتر منڈی - لاہور

قارون کا نام تو تقریباً سب ہی نے سنا ہوگا - قارون حضرت موسیٰؑ کی قوم سے تھا - اور فرعون کا درباری تھا - فرعون، حضرت موسیٰؑ کا جانی دشمن تھا - قارون اپنے وقت کا رئیس اعظم تھا - اُس کے خزانے کی چابیاں ایک جماعت اٹھایا کرتی تھی -

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون سے زکوٰۃ طلب کی تو اس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا - کہنے لگا - یہ جتنی بھی دولت ہے - سب مَیں نے کمائی ہے مجھے اللہ نے نہیں دی - اس نے عُجب کیا - جس کا نتیجہ یہ ہوا - کہ تمام دولت کا ایک گولہ بنا کر سر پر رکھ دیا اور اسے زمین میں دھنسا دیا - اور ابھی تک زمین میں دھنستا جا رہا ہے اور قیامت تک دھنستا ہی رہے گا -

اس سے ثابت ہوا کہ عُجب بہت بڑا گناہ ہے - اور اللہ تعالےٰ کی راہ میں مال کا نہ خرچ کرنا عذاب جان بنتا ہے -

اللہ تعالےٰ ہمیں اس گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے - آمین !

ماں کی نافرمانی کی سزا

حافظ محمد ظفر اللہ بیگ - رحیم یار خان

بزرگوں سے سنا ہے کہ ایک شخص حج کرنے کا بڑا خواہش مند تھا - مگر اُس کی والدہ زندہ تھی - اور جب کبھی ماں سے حج پر جانے کے لئے اجازت طلب کرتا تو وہ اجازت نہ دیتی - اور کہتی کہ بیٹا ! تمہارے بغیر میرا کون ہے - تو ہی میرا سہارا ہے - مَیں اب قریب مرگ ہوں - اگلے سال مر جاؤں گی - تو پھر تم بلا روک ٹوک حج پر چلے جانا - چنانچہ وہ اپنا ارادہ ملتوی کرتا رہا - اور حج کے لئے نہ جاتا - ہر سال وہ جب والدہ سے حج کی اجازت مانگتا تو پھر وہی جواب ملتا - غرضیکہ اسی طرح تقریباً چھ سات برس تک وہ فقط اپنی والدہ کے کہنے سے اپنا قصد ملتوی کرتا رہا - آخر کار اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا - اور وہ ماں کے کہنے کے باوجود حج کے لئے چلا گیا - لوگ اس وقت پیدل سفر کیا کرتے تھے - اس لئے راستے میں بہت جگہوں پر قیام کرنا پڑتا تھا - چنانچہ اس شخص کو بھی چلتے چلتے رات آئی تو ایک مسجد میں شب بسری کے لئے ٹھیر گیا - اُسی رات

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ٦٠٤٧

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر
عبیداللہ انور

منظور شدہ محکمۂ تعلیم
(١) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/١٦٣٢١ مورخہ ٣ مئی ١٩٥٦ء (٢) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ٢٣٧-٢٨١٤٢ مورخہ ٧ ستمبر ١٩٥٦ء
(٣) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD٩-٢-٦٧/٦٩/٣٩ مورخہ ٢٤ اگست ١٩٦٤ء (٤) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر GM٢/٤٦-٥٣١٠ مورخہ ١٣ مارچ ١٩٦٧ء

انسانیت سے دُور تھے انساں ترے بغیر

چھائی ہوئی تھی ظلمتِ عصیاں ترے بغیر
خوابِ گراں سے چونکے نہ انساں ترے بغیر
ممکن نہ تھا نجات کا ساماں ترے بغیر
حاصل ہوا کسی کو نہ عرفاں ترے بغیر
ملتی نہیں ہے دولتِ ایماں ترے بغیر

ختم الرسل، حبیبِ خدا، صاحبِ کتاب
پیدا کبھی ہوا ہے نہ ہوگا ترا جواب
قرآن ہے گواہ کہ تُو ہے وہ آفتاب
دُنیا تمام تیری تجلّی سے فیضیاب
ظلمت کدہ تھا عالمِ امکاں ترے بغیر

دھندلے تھے نقشِ قدرتِ پروردگار کے
رنگ اور ہی جہاں میں تھے لیل و نہار کے
غنچے چٹک رہے تھے نہ نغمے ہزار کے
جھلسے ہوئے سموم سے دامن بہار کے
گل تھے چمن میں چاک گریباں ترے بغیر

پھیلا ہوا جہاں میں تھا دامنِ شیطنت
بدکاریوں کے زور نے پلٹی ہوئی تھی مت
تھا کون سا وہ عیب کہ جس کی پڑی نہ لت
انسانیت کی ناؤ تھی غرقابِ معصیت
دُنیا میں رُک سکا نہ یہ طوفاں ترے بغیر

بیٹی کی جان لینا تو ادنیٰ سی بات تھی
بیٹے کو بھی حلال جو زوجہ تھی باپ کی
بے رحم تھا مزاج تو حالت گری ہوئی
تھی حاصلِ حیات بہیمانہ زندگی
انسانیت سے دُور تھے انساں ترے بغیر

رسیا برائیوں کے بھلائی سے بدگماں
دشمن تھا بھائی بھائی کا بل بیٹھنا کہاں
انسانیت تھی کچلی ہوئی اور رواں دواں
کیں تُو نے آ کے دہر میں شیرازہ بندیاں
اجزا تھے ملتوں کے پریشاں ترے بغیر

فیضِ کرم سے تیرے ہوئے صاحبِ وقار
مالک تھے بحر و بر کے تو قبضے میں کوہسار
ایسے فقیر جن کا جہاں میں نہ تھا شمار
وُہ بوریا نشیں ہوئے عالم کے تاجدار
دنیا میں تھے جو بے سر و ساماں ترے بغیر

فرمان وُہ خدا کا ہے تُو نے کہی جو بات
بعد از خدا بزرگ فقط ایک تیری ذات
درسِ سلامتی ہے سراپا تیری حیات
خلقت تری جہاں کے لئے باعثِ نجات
نازل ہوئی نہ رحمتِ یزداں ترے بغیر

دارالاماں جہاں کے لئے تیری بارگاہ
ہر بے پناہ کے لئے ہستی تری پناہ
اس میں کوئی مبالغہ ہے اور نہ اشتباہ
اے باعثِ بہارِ دو عالم خدا گواہ
تھا گلستانِ دہر بیاباں ترے بغیر

نوابؔ تیرے رتبے کیونکہ بیاں کرے
ذی شان وہ تو "کہ رحمتِ عالم" خدا کہے
دامن ترا جو چھوڑے ہدایت نہ پا سکے
عقبیٰ کی منزلیں ہوں کہ دنیا کے مرحلے
مشکل نہ ہوگی کوئی بھی آساں ترے بغیر

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبیداللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا